خندہ پیشانیاں
ڈاکٹر محمد یونس بٹ

خندہ پیش آنیاں

ڈاکٹر محمد یونس بٹ

۲۰۰۴ء

• خندہ پیش آنیاں

بندہ جب محسوس کرتا ہے کہ زندگی بے کار ہے تو وہ خود کشی کرنے کا سوچتا ہے یا سفر کرنے کا۔ دونوں کام نہ کر سکے تو شادی کر لیتا ہے لیکن ہم نے سفر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ دنیا کا سب سے دشوار گزار سفر غریبی سے امیری تک کا ہے البتہ اس میں واپسی کا راستہ بڑا آسان ہے۔ سفر کے معاملے میں اپنی یہ حالت ہے کہ ہم کہیں کہ باہر جا رہے ہیں تو لوگ یہ سمجھتے ہیں اپنے کمرے سے باہر جا رہے ہیں۔ بیرون ملک جانے میں یہی قباحت ہوتی ہے کہ وہاں دوست نہیں ہوتے۔ ہم اس پر خوش تھے کہ وہاں بہت سے دوست نہیں ہوں گے۔ ہم رو سیاح تھے مگر سیاح نہ تھے۔ سیاح اور مسافر میں یہ فرق ہوتا ہے کہ مسافر سفر ختم ہونے پر شکر ادا کرتا ہے اور سیاح شروع ہونے پر۔ روسی لطیفے سنے تو بہت تھے یہ سفر ہم نے اس لئے کیا کہ ہم انہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ ویسے اپنے ملک کو پسند کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں۔ لیکن پاکستان پسند کرنے کے لئے ہمیں کچھ زیادہ ہی باہر جانے کی ضرورت تھی۔ ازبکستان کے بارے میں پتہ چلا تھا کہ وہاں لڑکیاں پاکستانیوں کو دیکھ کر مسکراتی ہیں لیکن ہمارے وہاں جانے میں اتنی دیر ہو چکی تھی کہ اب دیکھ کر ہنسنے لگی تھیں۔ ہم یہ ہنسیاں اکٹھی کر لائے ہیں۔ ہم سے ایک امریکہ یافتہ نے پوچھا "آپ ازبکستان میں کیا کر کے آئے ہیں؟" شکل دیکھ کر خود ہی کہنے لگا "لگتا ہے آپ تو سفر ہی کر کے آ گئے۔" پھر بولا۔ "کچھ ازبکستان کے بارے میں بتائیں؟" اس سے پہلے کہ ہم سانس لیتے اس نے بتانا شروع کر دیا کہ امریکہ کیا ہے؟

○ قہقہہ سالی

جیسے پیرانہ سالی سے مراد وہ سالی نہیں جو بوڑھی ہو چکی ہو ایسے ہی قہقہہ سالی وہ سالی نہیں جو قہقہے لگائے۔ ہم یہ جاننے کے لئے ازبکستان گئے تھے کہ وہ کس بات پر ہنستے ہیں؟ آپ کو بتائیں وہ کس بات پر ہنستے ہیں؟ وہ ہنسنے والی بات پر ہنستے ہیں۔ ایک بار روسی، فرانسیسی، پاکستانی اور امریکی اس پر بحث کر رہے تھے کہ خوشی کیا ہے؟ پاکستانی نے کہا: "خوشی یہ ہے کہ کام کئے بغیر ہر ماہ تنخواہ مل جائے۔" امریکی نے کہا "خوشی یہ ہے کہ اپنی کار اور اپنی ہی فیملی کے ساتھ بندہ کنٹری سائیڈ پر جائے۔" فرانسیسی نے کہا "خوشی یہ ہے کہ میں اپنی محبوبہ کے ساتھ جھیل کے کنارے رہوں، کھاؤں، پیئوں اور پھر......؟" پوچھا "پھر کیا؟" بولا "پھر کھاؤں اور پیئوں۔" روسی نے کہا "میرے نزدیک تو خوشی یہ ہے کہ میں ماسکو میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوں جب کوئی کے جی بی کا بندہ دروازہ کھٹکھٹائے اور میرے بارے میں پوچھے تو میں کہوں وہ تو ساتھ والے گھر میں رہتا ہے۔" ازبک نے کہا "ہماری خوشی تو بوتل میں بند ملتی ہے اسے واڈکا کہتے ہیں۔" ویسے جو قوم واڈکا پی سکتی ہے وہ ہر تلخی پی سکتی ہے لیکن یہ جاننا مشکل ہے کہ کونسی قوم کس بات پر ہنستی ہے کیونکہ اگر یہ پتہ چل جائے تو وہ قوم اس بات پر ہنسنا چھوڑ دے۔ ہم نے ایک دوست سے پوچھا "ہم پاکستانی کس بات پر ہنستے ہیں؟" تو وہ میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگے۔

○ پریوں کے پرے

ہم نے جس سے بھی پوچھا ازبکستان میں کیا ہوتا ہے؟ اس کی باتوں سے یہی لگا کہ وہاں ہر چیز کا قحط ہے سوائے قحط النساء کے۔ ہم نے کبھی قحط سالی نہ دیکھی تھی سو اس سالی کو اسی سال دیکھنے کا ارادہ کر لیا۔ ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ یہ علاقہ پریوں کا

دیس ہے۔ سوچا ہر طرف پریوں کے پرے کے پرے ہوں گے۔ ایک محقق نے تو یہ بھی بتایا تھا کہ فرغانہ دراصل پری خانہ ہے جو بگڑ کر فرغانہ بن گیا۔ پوچھا "پریاں بگڑ کر کیا بنیں؟" کہا "اکثر بیویاں بن گئیں۔" کہتے ہیں چار سو سال قبل مسیح میں یہاں چالیس قبائل آباد تھے جن کی سردار نہایت حسین و جمیل لیکن بے حد جنگجو خواتین ہوتی تھیں۔ وسط ایشیا کو شاید انہی زنانہ قبیلوں کی وجہ سے پریوں کا دیس کہا جاتا ہو۔ واقعی وہ پریوں کا دیس ہے وہاں کے کالجوں میں اتنے خوبصورت طالب علم ہیں کہ لگتا ہے داخلے کے لئے بنیادی کوالیفیکیشن خوبصورتی ہی ہے۔ اب تو کوئی پوچھے کہ ازبکستان میں بدصورت عورت کو کیا کہتے ہیں؟ تو جواب ہے "ٹورسٹ"

○ مسز لاچا

ڈاکٹر دوست سے پوچھا کہ زاد سفر کیا لے جاؤں۔ س نے میری نبض اور بلڈ پریشر چیک کرنے کے بعد کہا "نائیلون کے دوپٹے لے جانا" جب سے مولانا عبدالقادر آزاد نے لیڈی ڈیانا کو دوپٹہ اوڑھایا ہے تب سے ہمارے دل میں یہ خواہش تو تھی کہ جہاں کوئی ننگا سر نظر آئے اسے دوپٹہ زن کر دیا جائے۔ ہمارے ایک خان صاحب تو بے پردگی کے اتنے خلاف نکلے کہ انہوں نے تین ماہ میں چار سروں پر دوپٹے اوڑھا دیئے۔ ابھی ایک اور کو اوڑھانے ہی والے تھے کہ ان کے والد نے کہا "بس بیٹا شروع میں چار سے زیادہ کی اجازت نہیں۔" ہمارے لئے یہ طبی مشورہ ایسا ہی تھا جیسے کوئی اکیلی لڑکی کہیں سفر پر جائے تو اسے کہا جائے کہ شیونگ کا سامان لیتے جانا۔ ایک صاحب نے کہا ساڑھی لے جانا۔ ہم نے کہا اگرچہ یہ بہت اچھا لباس ہے لیکن ہم نے ابھی تک اسے پہننا شروع نہیں کیا۔ ساڑھی کو ہم مسز لاچا کہتے ہیں کہ یہ واحد لباس ہے جسے پہننے کے لئے کسی آزار بند کی ضرورت نہیں۔ اسے تو اتارنے کے لئے بھی اتارنے کی ضرورت نہیں۔ مسز گاندھی نے ایک بار کہا تھا "پاکستان میں حکمران یوں بدلتے ہیں جیسے میں

ساڑھیاں بدلتی ہوں۔" اس تشبیہ نے موصوفہ کو مشتبہ ہی کیا کیونکہ ہمارے ہاں تو حکمران عوام سڑکوں پر آ کر بدلتے ہیں۔ بہرحال ایک روسی مزاحیہ فنکار یاکوف سرنوف سے کسی نے پوچھا کہ روس جانے والے کو ساتھ کیا لے جانا چاہیے؟ تو اس نے کہا "ریٹرن ٹکٹ"

○ لپ اسٹک

ایک شاعر دوست نے کہا آپ کے ہم سفر جوش صاحب ہینڈ اسٹک ساتھ لے جا رہے ہیں۔ آپ لپ اسٹک لے جائیں کہ ازبکستان میں عاشقوں کو ان ہی اسٹکس سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ ساتھ یہ بھی بتایا کہ شریف لڑکی وہ ہوتی ہے جس کے پرس میں لپ اسٹک نہیں ہوتی وہ جو گھر سے لگا کر نکلتی ہے اسی میں پورا شہر پھر کر آ جاتی ہے۔ لپ اسٹک یعنی سرخی لگانا ہی نہیں اتارنا بھی فن ہے۔ اس فن کے ماہر کو گھروں میں ہمسایہ اور دفتروں میں باس کہتے ہیں۔ ہم نے گورا صاحب سے یہ پوچھا یہ لپ اسٹک مردوں کے کس کام آتی ہے؟ کہا "کسی مرد سے پوچھیں؟" ہمارا سرخی سے صرف اتنا تعلق ہے کہ ہم عورت اور اخبار کی سب سے پہلے سرخی دیکھتے ہیں ہمارے اخباروں کی طرح وہاں کے اخباروں کی سرخیاں بھی اب سیاہ ہی ہیں۔ کمیونزم کے دور میں وہاں کے سب سے بڑے اخبار پراودا نے بہترین سیاسی لطیفے کا خصوصی مقابلہ کروایا۔ مقابلے میں جیتنے والے کے لئے بیس سال سائبیریا میں قیام کا مفت انتظام تھا۔ یہ وہی اخبار ہے جس کے بارے میں وہاں کے اسی سالہ ایکٹر نے کہا تھا "میں صبح اٹھ کر سب سے پہلے پراودا دیکھتا ہوں۔ اگر اس میں میری موت کی خبر نہ ہو تو کپڑے پہن کر تھیٹر چلا جاتا ہوں۔" بہرحال ہمیں شاعر دوست کی طرف سے لپ اسٹک لے جانے کی منطق سمجھ نہ آئی۔ البتہ ایک مشہور انگریزی اخبار کی رپورٹر آئی جس کی سرکولیشن اخبار جتنی ہی تھی۔ اس کے ایڈیٹر نے پوچھا۔ "آپ نے جب مجھے آٹھ کالمی سرخی دینا ہو تو آپ

اس کے لئے کیا تیاری کرتی ہیں؟" بولی "میں سب سے پہلے قریبی سٹور پر جاتی ہوں اور میچ کرتی ہوئی لپ اسٹک خریدتی ہوں۔"

○ ہم زاد سفر

پاکستان سے جاتے ہوئے ہمارے ساتھ ایک مسکراہٹ تھی اور ایک قہقہہ جی ہاں طاہر اسلم گورا اور اے جی جوش۔ اے جی جوش ہمارے وہ ساتھی ہیں کہ جہاں بھی کوئی خاتون اپنے خاوند کو کہے "اے' جی سنئے" تو یہ جوش میں آ جاتے ہیں۔ صحت ایسی کہ انہیں دیکھنے میں جتنی دیر لگتی ہے اتنی دیر میں آپ شاہی قلعہ دیکھ سکتے ہیں۔ جبکہ طاہر اسلم گورا صاحب تو کسی کی بیوی کی آواز سن کر بھی یوں مودب ہو جاتے ہیں کہ بیوی تک کو ان پر اپنے خاوند ہونے کا گمان ہونے لگتا ہے۔ گورا صاحب جب بھی اپنے سامان کے لئے ائیر پورٹ پر ٹیگ لینے جاتے تو جوش صاحب کے لئے بھی ٹیگ لاتے' جوش صاحب کے سامان کے لئے الگ سے ٹیگ لاتے۔ ویسے بندہ اسٹیشن یا ائیرپورٹ پر اترے اور پورٹر کے لئے اس کے پاس اٹھانے کو کچھ نہ ہو تو اس سے نظر نہیں ملا سکتا۔ لکھنؤ میں تین مسافر اترے۔ ایک مسافر نے قلی کو بلایا اور اپنا بریف کیس اسے اٹھانے کو دے دیا۔ دوسرے قلی کو بلوایا اور اپنی چھڑی اسے اٹھانے کو دے دی۔ تیسرے نے سوچا کہیں وہ پیچھے نہ رہ جائے اس نے قلی کو بلایا اور اسے اٹھانے کے لئے اپنی ٹکٹ دے دی۔ ایک بار سٹیشن پر ہم نے ایک صاحب کو دیکھا جو بہت موٹی بیوی کے ساتھ ٹرین سے اترے اور قلی سے کہا' سامان اٹھاؤ گے۔ قلی نے دیکھا اور بولا۔ "اس سامان کو اللہ ہی اٹھا سکتا ہے۔"

○ جو ---- لائی

جولائی ہمارے لئے جو --- لائی' وہ گرمی ہی تھی۔ اتنی گرمی کہ دھوپ میں نکلنے والے کے ٹھنڈا ہونے کا ڈر رہتا۔ گرم ہونے کے لئے جولائی ضروری نہیں۔ گرم ہونا تو اتنا آسان ہے کہ ایک پاکستانی عورت نے روسی خاتون کو بتایا کہ ہمارے ہاں مردوں کو گرم کرنا کون سا مشکل ہے انہیں آپ ٹھنڈی چائے دیں تو گرم ہو جائیں گے۔ ازبکستان جتنے پاکستانی جاتے ہیں ان میں سے اکثر کو "لو" لگی ہوتی ہے۔ جب ہمارے ہاں گرمیوں میں بارہ بجتے ہیں تو ازبکستان میں اسی وقت اچھے موسم میں بارہ بجتے ہیں۔ کہتے ہیں اس موسم میں پسینہ خشک کرنے دھوپ میں کھڑے ہوتے ہیں۔ سردیوں میں وہاں جس طرف دیکھو سردی پڑی ہوتی ہے۔ پہلے تاشقند میں محکمہ موسمیات نہیں تھا۔ لوگ کے جی بی سے پوچھتے کون سا موسم ہے؟ اگر وہ کہتے موسم گرما' تو وہ ہیٹر تیز کر کے سویٹر اور کمبل اتار دیتے۔ سائبیریا میں اتنی سردی پڑتی ہے کہ پہلے حکومت مخالفین کو وہاں بھیج دیتی۔ پوچھا "ان لوگوں کے سردی سے دانت بجتے ہوں گے۔" کہا "نہیں حکومت نے اس کا انتظام کیا تھا۔ البتہ جن کے ہوتے تھے ان کے بجتے تھے۔" سائبیریا میں اتنی سردی ہوتی ہے کہ وہاں لوگ کھانے کے لئے ہاتھ دھوتے ہیں تو وہ بھی دستانے اتارے بغیر۔ ایک سابق کامریڈ کے بقول یہ امریکہ کا پراپیگنڈا ہے' وہاں برف پڑتی ہے مگر یہ برف اتنی ٹھنڈی نہیں ہوتی اس لئے سائبیریا میں اتنی سردی نہیں ہے۔ خاوند دور ہو تو بیوی کا سر بھاری رہتا ہے' پاس ہو تو یہ بھاری پن سر سے پاؤں میں کھسک آتا ہے۔ لیکن موسم کوئی بھی ہو مسافر کے سامان کی سب سے بھاری چیز اس کی خالی جیب ہوتی ہے۔

○ H---- AIR HOSTESS

ہوائی چیزوں کا ہمارے ہاں ایک ہی استعمال رہ گیا ہے وہ ہمیں ڈرانا۔ سوبی آئی اے کے جس جہاز سے ہم ازبکستان کے لئے روانہ ہوئے وہاں بھی "ہوائی" چیزوں سے یہی کام لیا گیا۔ ایئر ہوسٹس رکھتے ہوئے اس میں یہ خوبی دیکھی جاتی ہے کہ وہ کم سنتی

ہو، کم دیکھتی ہو مگر دکھتی زیادہ ہو۔ اگر یہ خوبیاں نہ ہوں تو اسے پی آئی اے میں رکھ لیتے ہیں۔ ایئر ہوسٹس کو دیکھ کر ہمیں پتہ نہیں چل رہا تھا اس کے سر کے بال لمبے ہیں یا بازوؤں کے۔ ساتھی نے کہا "مجھے مونچھیں پسند آئیں" ہم نے احتیاطاً پوچھ لیا "سٹیوارڈ کی یا ایئر ہوسٹس کی؟" ہمیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ایسی ایئر ہوسٹس ہوتے ہوئے مسافروں کو بیلٹوں سے باندھ کر رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جہاز میں سوار ہوتے ہی ہم نے کہہ دیا تھا ہم کھڑکی والی سیٹ پر بیٹھیں گے کیونکہ کم ہوا سے ہمارا دم گھٹنے لگتا ہے۔ اس ایئر ہوسٹس میں اس قدر مامتا تھی کہ اسے دیکھتے ہی بچے ماؤں سے دودھ مانگنے لگتے۔ جہاز جب ذرا ڈولتا، گورا صاحب گھبرا کر جوش صاحب کی طرف دیکھتے۔ وہ سمجھ جاتے اور پہلو بدلنا بند کر دیتے۔ جہاز جب پاکستان کی حدود سے نکلا تو ایئر ہوسٹس پوچھنے آئی "کیا پینا پسند کرو گے؟" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ جہاز لڑکھڑانے لگا تو ہم نے کہا "ہمیں بھی وہی پلا دیں جو پائلٹ پی رہا ہے۔"

○ قذاقیاں

اسلام آباد سے جہاز الماتہ جا کر رکا۔ اسے رکے اتنی دیر ہو گئی تھی کہ اسلام آباد سے سوار ہوتے وقت ہمیں جہاز میں جو مکھیاں نظر آئی تھیں ان کی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا۔ پچھلی سیٹ والے نے نیند کے عالم میں باہر دیکھتے ہوئے کہا "دیکھیں انسان کیڑیاں لگ رہے ہیں۔" ہم نے دیکھا اور کہا "واقعی جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ ہیں ہی کیڑیاں۔ کیونکہ جہاز ابھی اڑا نہیں۔" ہمیں جو پوچھنا ہوتا گورا صاحب سے پوچھتے کیونکہ ہم پاکستانیوں کو گورے کی بات پر جلد اعتبار آ جاتا ہے۔ ہم نے پوچھا "جہاز کیوں نہیں اڑ رہا؟" تو گورا صاحب نے کہا "قذاق آ رہے ہیں۔" قذاق کا لفظ سنتے ہی ہم گھبرا گئے کہ لٹنا ہی تھا تو اپنے ملک میں لٹتے۔ اپنے کسی ہم وطن کا بھلا ہوتا مگر یک دم چند حسینائیں اندر داخل ہوئیں پتہ چلا یہی قذاق ہیں تو تسلی ہوئی چلو لٹنے میں مزا

تو آئے گا مگر ان کے ہتھیار دیکھ کر ہم گھبرائے، ہر کسی کے ہاتھ میں جھاڑو تھی۔ ہم نے سوچا شادی شدہ ہوں گی اسی لئے خود ساختہ ہتھیار اٹھا رکھے ہیں۔ ویسے بھی تیلا تیلا امید کے ساتھ اکٹھا کرو تو گھونسلا بنتا ہے۔ اگر بے دلی سے اکٹھا کیا جائے تو جھاڑو بنتی ہے۔ قذاقستان کے باشندوں کی حالت ہمیں جھاڑوؤں کی زبانی پتہ چلی۔ وہ جہاز میں جھاڑو دینے لگیں۔ جہاز اور ہمارا ذہن چٹکیوں میں صاف ہو گیا۔

○ مویشی بخیر

الماتہ قذاقستان کا دارالخلافہ ہے۔ ہمارے ہاں دارالخلافہ وہ جگہ ہوتی ہے جہاں بڑے بڑے خلیفہ پائے جاتے ہیں۔ ایسے ہی قذاقستان وہ ملک ہے جہاں زیادہ تر لوگ قذاق ہیں۔ ہم ایک دوسرے سے ملیں تو پوچھتے ہیں بال بچے کیسے ہیں؟ لوگ تو امجد اسلام امجد سے پوچھ لیتے ہیں "بال" بچے کیسے ہیں؟ قذاق جب ایک دوسرے سے ملیں تو پوچھتے ہیں "آپ کے مویشی کیسے ہیں؟" شادی کے بعد تو بندہ جواب دے دیتا ہے۔ ہم ان قذاق خواتین سے ان کے مویشیوں کا حال پوچھنا چاہتے تھے۔ گائڈ بک سے ہمیں مویشی کی روسی نہ ملی بھینس کی ملی۔ لیکن ہم صحت مند خواتین کے سامنے کبھی بھینس کا ذکر نہیں کرتے۔ ایک فلم ڈائریکٹر کے سامنے ایک صحافی نے ایک اداکارہ کو بھینس کہہ دیا جس پر فلم ڈائریکٹر ناراض ہو گیا کہ آپ نے بھینس کو اداکارہ کیوں کہا ہے۔ قذاقستان کا پرانا دستور ہے کہ انہوں نے کسی کو دعا دینی ہو تو کہتے ہیں خدا تجھے ایک ہزار بھیڑیں، اسی اونٹ اور آٹھ شادی شدہ بیٹے دے۔ بد دعا دینا ہو تو کہہ دیتے ہیں خدا تجھے شادی شدہ بیویں دے۔

○ Funny خرابیاں

بقول شخصے المناتہ سے جہاز پیدل تاشقند روانہ ہوا۔ جب تاشقند ائیر پورٹ پر اترا تو ساتھ ہی ہمارا چہرہ بھی اترا۔ یوں لگا جیسے ہم جہاز میں سوئے رہے اور جہاز آ کر لاہور ریلوے سٹیشن پر اتر گیا۔ وہاں ہمیں صرف وہی چیز اچھی لگی جو ہم نے نہیں دیکھی۔ جہاز یوں کھڑے تھے جیسے پرندوں کی ڈاریں بیٹھی ہوں۔ لگتا تھا ہم پاس سے گزرے تو پھڑپھڑا کر اڑ پڑیں گے۔ چھوٹے جہاز چوزوں کی طرح لگ رہے تھے۔ یہ آزادی کے بعد سے یہاں اس لئے پڑے ہیں کہ وہاں اتفاق فونڈری نہیں ہے۔ امیگریشن آفیسر کے ساتھ سکیورٹی گارڈ واڈکا کی بوتل پکڑے یوں کھڑا تھا جیسے اس کی حفاظت پر مامور ہو۔ گورباچوف نے اپنے دور اقتدار میں ایک بار پینا بند کر وا دیا تھا۔ وہ ایک کار خانے میں گیا۔ مزدور کام کر رہے تھے۔ اس نے شراب پر پابندی کی افادیت بتاتے ہوئے کہا اگر تم ایک بوتل واڈکا پیئو گے تو کیا اتنا کام کر سکو گے؟ مزدور نے کہا "ہاں کر سکوں گا۔" گوربا چوف نے کہا تو اتنا تو سہی لیکن یہ بتاؤ اگر تم دو بوتل واڈکا پیئو گے تو کیا اتنا کام کر سکو گے؟" کہا "ہاں کر سکوں گا۔" گوربا چوف نے کہا "چلو اگر تین بوتل واڈکا پیئو گے پھر تو اتنا کام نہیں کر سکو گے نا؟" تو مزدور بولا "کر تو رہا ہوں۔"

○ ہوائیاں

ہم پی آئی اے کے جہاز پر اتنا سوار نہیں رہے جتنا وہ ہم پر سوار رہا۔ ڈاکٹر طاہر اسلم گورا نے اسلام آباد سے جو اٹیچی کیس جہاز میں رکھوایا تھا اس میں سے اٹیچی تو یہاں تک نہ پہنچا تھا صرف کیس ہی پہنچا تھا۔ اس میں گورا صاحب کے کپڑے تھے۔ سوچا پی آئی اے والوں نے شاید اس لئے نہ پہنچایا ہو کہ تاشقند کا ماحول مغربی ہے۔ وہاں کپڑوں کی کیا ضرورت ہے؟ بہر حال گورا صاحب اس پر بھی خوش تھے کہ شکر ہے میں نے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں ان پر پی آئی اے والوں کی نظریں نہیں پڑیں۔ ویسے تو پی آئی اے سے مراد ہے "پہنچیں گے انشاء اللہ" جہاز کی لڑکھڑاہٹ دیکھ کر تو ایک پنجابی نے کہا تھا "ایہ ضرور کجھ پی آئی اے؟" جبکہ آئی اے سے مراد "انفارم اللہ" اور ایس اے ایس سے مراد ہے "سکین اینڈ سیٹسفیکشن" پاکستان میں ائیر پورٹ سے نکلیں تو ہر طرف مرد ہی مرد نظر آتے ہیں وہاں ائیر پورٹ سے باہر نکلے تو ہر طرف عورتیں ہی عورتیں نظر آئیں۔ جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ہمیں نظر ہی وہی آئیں جو عورتیں تھیں۔ یوں لگا جیسے یک دم بلیک اینڈ وائٹ چلتی فلم کے بعد رنگین فلم چلنے لگے اور فلم بھی ایسی کہ ہم گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ کہیں ہمیں کوئی دیکھتا ہوا نہ دیکھ لے۔

○ شہر گزشتہ

ہمارے میزبان آ گئے۔ میزبان شروع ہی میز سے ہوتا ہے' اس لئے مہمانوں کے سامنے بچھا رہتا ہے۔ وہ ہمیں خالی سڑکوں اور بھرے جسموں والے شہر تاشقند سے یوں گزار رہے تھے جیسے چاہ رہے ہوں کہ تاشقند کو پتہ نہ چلے۔ اس شہر میں عورتیں اور دکانیں جلد کھل جاتی ہیں۔ ہمارے ہاں تو گھر اور دیواریں پینٹ ہوتی ہیں یہاں بھی پینٹ ہوتی ہے۔ بہار کا موسم سارے شہر پر پھول پینٹ کر دیتا ہے۔ تاش ازبک میں پتھر کو اور قند شہر کو کہتے ہیں۔ یہ دو ہزار سال پرانا شہر ہے مگر ہماری ملاقات اس بزرگ شہر کی بجائے 28 سالہ تاشقند سے ہوئی جس کی ساری حرکتیں ایسی تھیں جیسی اس عمر کے لوگوں کی ہوتی ہیں۔ تاشقند کی سڑک کے کنارے کوئی پرانی چیز نظر آئے تو سمجھ لیں وہ کوئی خاتون یا مرد ہو گا۔ ساری عمارتیں 1966ء کے زلزلے کے بعد کی ہیں۔ کہتے ہیں یہ شہر تئیس شنیں یعنی جنت کے پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ جہاں قلعے اور تاریخی عمارتیں تھیں۔ میزبان نے ہمیں ایک پتھر دکھایا اور کہا "یہ پتھر ایک ہزار تین سال دو ماہ پرانا ہے۔" ہم نے پوچھا "آپ یہ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ اتنے سال دو ماہ پرانا ہے۔" کہنے لگے "ایک ماہر ارضیات آیا تھا اس نے مجھے بتایا تھا یہ پتھر ایک

ہزار سال پرانا ہے اور یہ بات اس ماہر نے تین سال دو ماہ پہلے کہی تھی۔"

○ دس تر خوان

میزبان ہمیں سیدھے اپنے گھر کی میز پر لے گئے۔ ازبکوں کی رسم کے مطابق وہ دستر خوان ہی کیا جس پر کم از کم دس تر خوان نہ ہوں۔ ازبک مہمان کو یوں دیکھتے ہیں جیسے اس نے آ کر ان پر احسان کیا ہے۔ ہمارے ہاں بھی مہمان کو یوں دیکھتے ہیں' جب وہ جانے لگتا ہے۔ ازبک روٹی توڑ کر لقمے مہمان کو پیش کرتے ہیں حالانکہ ان کی روٹی کوشش کر کے ہم خود بھی توڑ سکتے تھے۔ وہاں تب تک ڈشیں آتی رہتی ہیں جب تک میز پر ذرا سی جگہ بھی خالی ہے۔ اس کے بعد سے ہم جس گھر بھی گئے کوشش کی کہ سب سے چھوٹی میز پر بیٹھیں۔ ہم سوچ رہے تھے اتنے کھانے پکانے میں اتنا وقت لگ جاتا ہو گا کہ ان کے پاس تو انہیں کھانے کا وقت بھی نہ بچتا ہو گا۔ انگریز کہتے ہیں مچھلی اور مہمان تیسرے دن بو دینے لگتے ہیں۔ ہمارے ہاں ایک دن مہمان' دوسرے دن مہمان' تیسرے دن وبال جان۔ لیکن ان کے ہاں کوئی مہمان آئے تو پہلے تین دن کھانے سے اس کا منہ بند رکھتے ہیں' تیسرے دن پوچھتے ہیں "اب بتائیں کیسے آنا ہوا؟" تب تک وہ اپنے آنے کی وجہ بھول چکا ہوتا ہے۔ بہرحال اس دستر خوان سے ہم تب اٹھے جب تھک چکے تھے

○ گھرفتار ہوئے

میزبان نے ہمیں اپنے گھر کا ایک کمرہ دکھایا کہ آپ یہاں رہیں گے۔ یہ سن کر ہم تو حیران رہ گئے کہ اگر ہمیں گھر میں ہی رہنا تھا تو اتنی دور آنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہمارے ہاں تو بہت دیر تک ٹھہرنے والے مہمانوں سے نجات کا طریقہ یہ ہے

کہ ان کے ساتھ گھر کے افراد کا سا سلوک کیا جائے۔ کہتے ہیں اچھا میزبان وہ ہے جس کے ہاں مہمان کو یہ محسوس ہو کہ وہ اپنے گھر میں ہی ہے۔ کاش وہ اپنے گھر میں ہی ہوتا۔ یہاں تو گھر کا سا ماحول تھا یعنی یہاں کوئی ہماری بات سنتا نہ تھا' سنتا تھا تو سمجھتا نہ تھا اور سمجھتا تھا تو بولتا نہیں تھا۔ ہمارے ایک مزاح نگار دوست کو دوسرے ملک جا کر جب اپنے گھر کی یاد ستاتی وہ اداس ہو کر ساتھ والے کسی گھر میں بغیر اجازت گھس جاتے اندر سے تھوڑی دیر تک برا بھلا کہنے کی آوازیں آتیں پھر وہ باہر نکلتے تو خود کو دوبارہ اوکے محسوس کرتے۔ ہمارے میزبان اونچا سنتے ہی نہیں سمجھتے بھی اونچا تھے۔ تین گھنٹے وہ یہ سوچتے رہے کہ اتنی رات گئے کسی ہوٹل میں ہمیں جگہ مل سکتی ہے یا نہیں۔ کمیونزم کے دور میں البتہ مل جاتی' باہر نکلتے ہی کے جی بی والے لے جاتے۔ ان دنوں ایک شخص کے بیڈ روم کا دروازہ بار بار کھٹکھٹایا جا رہا تھا وہ کھول نہیں رہا تھا۔ آخر کسی نے کھڑکی کھول کر کہا جلدی سے باہر نکلو تمہارے گھر کو آگ لگی ہوئی ہے تو اس نے جلدی سے دروازہ کھولتے ہوئے کہا "تھینک گاڈ میں سمجھا کے جی بی والے آئے ہیں؟"

○○○

- **ازبک بک**

آدھی رات کو ہوٹل کی تلاش میں ہمارے میزبان کی گاڑی سڑک پر چل رہی تھی۔ اس کے علاوہ اگر کچھ چل رہا تھا تو وہ میزبان کی زبان تھی۔ سڑکیں ویران تھیں کسی کے نہ ہونے کا ڈر' کسی کے ہونے کے ڈر سے زیادہ ڈرانے والا ہوتا ہے۔ ان کو گھبرائے دیکھ کر ہم گھبرانے لگے کہ کہیں اتنی رات گئے تاشقند میں ہوٹل ڈھونڈنا جرم تو نہیں اسی لئے اگر وہ کسی زنانہ نام کے ہوٹل کا نام لیتے تو ہم گھبرا کر فوراً "نہ" کہہ دیتے۔ کہاوت ہے چھوٹی سڑک کہتی ہے "جاؤ" چھوٹا گھر کہتا ہے "ٹھہرو" اور بڑا ملک کہتا ہے "آؤ" چھوٹی سڑک وہ ہوتی ہے جس پر کوئی پبلسٹی سائن بورڈ نہ ہو۔ اس لحاظ سے تاشقند میں کوئی بڑی سڑک نظر نہ آئی۔ البتہ اتنی کھلی سڑکیں کہ جوش صاحب کو تو سڑک پار کرنے کے لئے ٹیکسی لینا پڑے۔ پٹرول ضائع ہو رہا تھا پٹرول وہاں اتنا منگا ہے کہ جس کے پاس گاڑی ہو لوگ اس کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں کہ اس کا گزارا مشکل سے ہوتا ہو گا۔ پانچ دس گیلن پٹرول کسی کے پاس ہو تو وہ گاڑی خریدنے کا سوچنے لگتا ہے۔ ہر ہوٹل سے یہی جواب ملتا کہ کوئی کمرہ خالی نہیں ہے۔ گوجرانوالہ ہوتا تو ہم کہتے آپ کمرہ دے دیں خالی ہم خود کروالیں گے۔ دانش ور جوناتھن رابان کہتا ہے "غیر ترقی یافتہ ممالک کا پانی پینے کے قابل نہیں ہوتا اور ترقی یافتہ ممالک کی ہوا سانس لینے کے قابل نہیں ہوتی۔" یہاں کی ہوا ہمیں غیر ترقی یافتہ ممالک والی لگی' اس ہوا میں نشہ تھا۔ ہمیں نیند آ گئی' یک دم گاڑی کی بریکیں چیخیں ہم نے دیکھا کہ پولیس نے گاڑی کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔

○ TERRIFIC POLICE

ہمارے میزبان نے ٹریفک کے اشارے کی خلاف ورزی کی تھی اور رات گئے بھی پکڑ لیا گیا تھا۔ اس نے کہا "میں نے پہلی بار ایسی غلطی کی ہے۔" لیکن اس کے کہنے کے انداز سے لگ رہا تھا' اس کا اشارہ ہمیں لے کر پھرنے کی طرف تھا۔ وہاں رات کو بھی گاڑیاں اشاروں پر رکتی ہیں۔ ہمارے ہاں تو رات کو اشارے ہی رکتے ہیں گاڑیاں چل رہی ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں تو آٹو میٹیک نظام ہے یعنی جونہی سرخ بتی سبز ہوتی ہے آٹو میٹکلی آپ کے پیچھے والی گاڑی کا ہارن بجنے لگتا ہے۔ وہاں لیفٹسٹ آج کل ڈرائیور ہی رہ گئے ہیں جو سڑک پر بائیں ہاتھ گاڑی چلاتے ہیں کچھ ملکوں میں سڑک کے دائیں ہاتھ چلاتے ہیں۔ ہمارے ہاں درمیان میں چلاتے ہیں البتہ ہمارے ہاں اشاروں پر مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ رکتی ہیں۔ ہمیں ٹریفک پولیس کا محکمہ اچھا لگتا ہے کہ یہ واحد محکمہ ہے جس میں آنے جانے والوں کو سیٹیاں مارنے کے بھی پیسے ملتے ہیں۔ یہ ایشیا کا وہ شہر ہے جس میں زیر زمین ریلوے ہے۔ ویسے ہماری ریلوے بھی ایسی ہے کہ اسے زمین کے نیچے ہی دبا دینا چاہیے۔

○ کنجیاں کنج کی

آخر ہمیں ہوٹل تاشقند میں کمرہ مل گیا۔ ایک مس ہمیں لیڈ کرتی ہوئی کاؤنٹر تک لائی اور ایک چابی دی۔ مس لیڈ ہونا ہمیں کبھی اچھا نہیں لگا۔ مس بھٹو نے اس لئے شادی کی تھی کہ لوگ پی پی پی والوں سے پوچھتے "آپ کو کون لیڈ کر رہی ہے؟" تو وہ کہتے مس لیڈ کر رہی ہے۔ اس مس نے ہمیں یوں چابی دی کہ ہماری تھکاوٹ اتر گئی۔ ہمارے ہاں لاہور میں جب کوئی معزز مہمان آتا ہے تو اسے میئر صاحب لاہور کی کنجیاں پیش کرتے ہیں۔ ہم نے ایک بار میئر صاحب سے پوچھ ہی لیا کہ آپ باہر سے کسی مہمان کے آتے ہی لاہور کو تالے کیوں لگوا دیتے ہیں جو کنجیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ زندہ دلوں کے شہر لاہور کا تالہ' تالی سے کھلتا ہے۔ نیویارک سٹی میں ایک ایسی تقریب میں

وہاں کے میئر نے غیر ملکی مہمان کو ٹی پن دی اور کہا "اس سے آپ نیویارکر بن گئے ہیں۔ اگر آپ یہ کیب ڈرائیور کو دکھائیں گے تو وہ آپ سے کرایہ نہیں لے گا۔" تو حاضرین میں سے آواز آئی اگر آپ اس پر یقین کریں گے تو ابھی آپ نیویارکر نہیں ہیں۔ تاشقند والے معزز مہمان کو جو سب سے پہلا تحفہ دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس کی آنکھ حسن سے بھر دیتے ہیں' ہوٹل کے کاریڈوروں میں خوبصورتیاں ہمارے دماغ سے تیز چل رہی تھیں۔

○ مسٹر معلوم نہیں

اس مس نے پتہ نہیں کیا پوچھا؟ ہم نے کہا "معلوم نہیں" وہ رجسٹر پر لکھنے لگی۔ "مسٹر معلوم نہیں۔" فکر تونسوی صاحب کہتے ہیں ایک بار ایک سیاح نے لال قلعہ دیکھ کر کہا کہ "اس کو تعمیر کرنے والا کون تھا؟" قریبی مقامی باشندے نے کہا "معلوم نہیں" بدیسی سیاح بڑا متاثر ہوا' اس نے سوچا مسٹر معلوم نہیں کوئی بڑا عظیم آدمی ہو گا جس نے یہ سب بنایا ہے۔ اس نے فیصلہ کیا وہ مسٹر معلوم نہیں کو ضرور ملے گا۔ لال قلعے سے باہر آیا تو کچھ لوگ ایک جنازہ اٹھائے جا رہے تھے۔ سیاح نے ایک راہ گیر سے پوچھا "یہ کون انتقال کر گیا ہے؟" اس نے کہا "معلوم نہیں" مسٹر معلوم نہیں کے انتقال پر بدیسی سیاح کو بہت افسوس ہوا۔ اہ وہ بیچارا ایک عظیم آدمی سے ملاقات سے محروم رہا۔

○ بائیں بازو والی

محترمہ بائیں ہاتھ سے لکھ رہی تھی جس سے پتہ چلا کہ لیفٹسٹ ابھی یہاں ہیں بعد میں پتہ چلا کہ اس کا تعلق بائیں بازو سے ہے نہ دائیں بازو سے ہے اس کا تعلق تو بانہوں

ڈاکٹر محمد یونس بٹ　　خندہ پیش آنیاں　　© Urdu4U.com

سے ہے لینن جس کا قد ایسا تھا کہ اسے ہر کسی سے سر اٹھا کر بات کرنا پڑتی اور سر ایسا کہ سکول کے بچوں سے پوچھا جاتا کہ دنیا کا سب سے بے آباد اور ویران خطہ کہاں واقع ہے؟ تو جواب ہوتا لینن کی ٹوپی کے نیچے۔ وہ مقبول ترین لیڈر ہونے کے باوجود اپنے لباس اور حلئے کی ذرا پروا نہ کرتا۔ وہ چینی کے بغیر چائے پیتا۔ ہم نے صرف ایک بار چینی کے ساتھ چائے پی یہ چینی لڑکی لاہور کے ایک ہوٹل میں ہماری ٹیبل پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ لینن نے اپنے کام میں مدد لینے کے لئے سیکرٹری یا ملازم نہ رکھا تھا۔ وہ سارے خطوں کے جواب خود اپنے قلم سے دیتا تھا۔ جب اس کے دائیں ہاتھ پر فالج گرا تو اس نے بائیں ہاتھ سے لکھنے کی کوشش کی اور باقی عمر بائیں ہاتھ سے لکھتا رہا شاید اس لئے اس کے ماننے والے بائیں بازو والے کہلائے اب تو بیشتر دائیں بائیں ہو گئے ہیں۔

○ "چاک" و چوبند

زبان نہ آنے کا سب سے بڑا فائدہ یہی ہوتا ہے کہ آپ اشاروں سے جو کہنا چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو جس کو زبان آتی ہے اسے بھی جو لڑکیوں کو کہنا ہوتا ہے اشاروں میں کہتا ہے۔ جلد ہی ہم اشاروں میں اتنے ماہر ہو گئے کہ ٹریفک پولیس میں بھرتی ہو سکتے تھے۔ کمرے میں ہم نے سب سے پہلے جا کر گھڑی دیکھی موجود نہ پا کر خوشی ہوئی۔ لاہور ہوسٹل میں ہمارے کمرے میں تین گھڑیاں ہیں۔ ہر گھڑی پر مختلف وقت ہوتا ہے۔ ایک بڑی گھڑی تو پنکھے کا کام بھی دیتی ہے۔ اگر سب گھڑیوں پر ایک ہی وقت ہو تو پھر تین گھڑیوں کی کیا ضرورت' تینوں سے ہم اپنی مرضی کے حساب سے وقت دیکھتے۔ اگر صحیح وقت معلوم کرنا ہو تو بیل دے کر نوکر کو بلا کر پوچھ لیتے۔ ویسے پاکستان میں گھڑی کا ایک ہی استعمال رہ گیا ہے۔ یہ پتہ چلتا رہتا ہے کہ بندہ کہاں کہاں سے کتنا کتنا لیٹ ہے۔ ہوٹل میں اپنے کمرے تک پہنچتے پہنچتے ہم

نے اتنی صحت مند خواتین اتنے چست لباس میں دیکھیں کہ ہمیں بار بار لگ رہا تھا کہ یہاں پشتو فلموں کی شوٹنگ ہو رہی ہے۔ رات گئے تک یہ سٹاف اتنا "چاک" و چوبند تھا۔ کہتے ہیں ایک روسی خاتون کو امریکہ میں جاب ملی تو کمپنی والوں نے کہا کام آٹھ گھنٹے روزانہ ہو گا اور ہفتے میں ایک چھٹی ملے گی۔ تو روسی خاتون بولی "بہت بہت شکریہ لیکن سر میں فل ٹائم جاب کی تلاش میں ہوں۔"

○ گورستان

ہوٹل تاشقند میں گورا صاحب اور میں ایک کمرے میں آ گئے اور جوش صاحب کے لئے الگ کمرہ لینا پڑا۔ ہمیں پتہ چلا کہ جوش صاحب یہاں اپنا علیحدہ ہوٹل بنوانا چاہ رہے ہیں۔ ہم نے کہا "جوش صاحب چند دنوں کے لئے علیحدہ ہوٹل بنوانے کی کیا ضرورت ہے!" ایک ان جیسا پنجابی جاپان گیا اور ایجنٹ کو کہا "اتنے کم پیسوں میں کسی جگہ رہنے کے لئے کمرہ لے دیں۔" ایجنٹ نے بڑی کوشش کے بعد کہا اس کرائے میں ایک ہی جگہ مل سکتی ہے مگر چھوٹی ہے۔ پوچھا "کتنی چھوٹی ہے؟" اس نے پھر فون پر رابطہ شروع کیا۔ جاپانی میں ایک دو جگہ فون کر کے گفتگو کی اور پھر فون ہولڈ کر کے پوچھا "آپ کتنے لمبے ہیں؟" جوش صاحب اکیلے کمرے میں رہتے اور کبھی کبھی کمرے میں اکیلے بھی رہتے۔ میں اور گورا صاحب مل کر اکیلے رہتے۔ دوسرے ملک میں دو شریف آدمیوں کا ایک ساتھ اکٹھے رہنا جتنا مشکل ہے اتنا دو غیر شریف آدمیوں کا نہیں کیونکہ غیر شریف آدمیوں کی سرگرمیاں ایک جیسی ہوتی ہیں مگر شریفوں کی مختلف۔ کہتے ہیں ملا کے ساتھ رہنا ملا ہونے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ کہاوت ہے روم میں ہو تو وہ کر جو رومن کرتے ہیں۔ اگر آپ کسی اور جگہ ہیں تو وہ کریں جو کسی اور جگہ کرنا چاہیے اور کسی اور جگہ جا کر ہم نے بھی وہی کیا جو کسی اور جگہ جا کے ہی کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر محمد یونس بٹ   خندہ پیش آنیاں   © Urdu4U.com

• ABROAD MINDED

ہم Broad Minded تو ہیں مگر Abroad Minded نہیں۔ سونے کے بعد ہم پاکستان میں ہوتے البتہ صبح آنکھ تاشقند ہوٹل ہی میں کھلتی۔ یوں جتنی راتیں وہاں رہے سونے کے بعد لاہور آ جاتے۔ اب جب سے لاہور آئے ہیں اکثر سونے کے بعد تاشقند میں ہوتے ہیں اور رات وہاں گزار کر صبح لاہور میں تھکے تھکے اٹھتے ہیں۔ ہوٹل کے ہر کمرے میں ٹی وی تھا بقول باب ہوپ وہاں آپ کو دیکھنے کے لئے ہر ہوٹل میں ٹی وی ہوتا ہے۔ ہم نے ٹی وی لگایا چینل بدلا تو ڈر گئے ہمیں یاد آ گیا کہ ایک بار روسی نے ٹی وی لگایا تو برژنیف کی تقریر لگی تھی۔ دوسرا چینل بدلا اس پر بھی وہی تقریر۔ تیسرا چینل بدلا اس پر بھی وہی تقریر تھی۔ اس نے تنگ آ کر چوتھا چینل بدلا تو ایک کے جی بی کا بندہ ہاتھ میں پستول لئے کھڑا تھا کہ خبردار اب پھر چینل بدلا تو...... ہم نے اسی ڈر سے فرج نہ کھولی۔ پانی پینے کے لئے جگ کی طرف بڑھے تو اس میں قہوہ تھا۔ وعدہ روسی میں پانی کو کہتے ہیں اور پانی کا یہاں صرف وعدہ ہی ہوتا ہے جتنا پانی ان کے گھروں میں ہوتا ہے اس سے زیادہ تو ان کی عورتوں کی آنکھوں میں ہوتا ہے۔ وہاں گھروں اور ہوٹلوں میں فینز نہیں ہمارے ہاں تو اداکارائیں فینز کے بغیر سردیاں نہیں گزار سکتیں۔ پانی اتنا مہنگا ہے کہ کوئی امیر آدمی ہی وہاں پانی پینا افورڈ کر سکتا ہے۔ غریب غربا شراب پر ہی گزارہ کرتے ہیں۔ ہم نے سنا تھا وہاں کے ہوٹل میں بندہ راکھ جھاڑ دے تو ہفتہ بعد جا کر اپنی راکھ پہچان سکتا ہے شاید اس لئے کمرے میں جگہ جگہ راکھ بکھری تھی کہ ہم سے پہلے رہنے والوں کو ہفتے بعد اسے پہچاننے آنا ہو گا۔

○ ماہ غسل

نہانے کے لئے غسل خانے جانے لگے تو ساتھی سے پوچھا "غسل خانے میں پانی ہے؟" بولے "غسل خانے میں تو ہے مگر ٹونٹیوں میں نہیں" اندر گئے تو اندر سارا کیمونزم نظام تھا۔ کچھ پتہ نہ چلتا کہ جب ٹونٹی کھلے گی تو پانی کہاں سے نکلے گا۔ رات کو پینے کے پانی کے جگ کی بجائے قہوہ کا جگ ملا تو خدشہ ہوا کہ یہاں لوٹے میں بھی پانی کی بجائے قہوہ ہی ملے گا۔ سو پانی دیکھ کر تسلی ہوئی البتہ باتھ روم دیکھ کر لگا کہ یہ روم باتھ کے علاوہ اور کس کام کے لئے موزوں ہے۔ پرائیویسی کا اس قدر انتظام تھا کہ باتھ روم کے شیشے میں سے کوئی آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا یہاں تک کہ آپ خود اپنے آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ پتہ چلا پاکستانی یہاں آ کر اس قدر نہاتے ہیں کہ لگتا ہے ماہ غسل منا رہے ہیں۔ ایک پاکستانی کو بار بار نہاتے دیکھ کر تو ایک شخص نے پوچھ ہی لیا کہ بھابی ساتھ آئی ہیں؟ آرٹسٹ لوگ ذرا کم نہاتے ہیں۔ امریکہ کے ایک اخبار میں یہ اشتہار چھپا تھا "ایک کمرہ کرائے کے لئے موجود ہے غسل خانہ نہیں ہے۔ آرٹسٹ حضرات کے لئے نادر موقع۔" ہم نے ملازم کو بلوایا کہ غسل خانے سے پانی لیک کر رہا ہے۔ اسے ایک جگہ اشارہ کر کے سمجھایا کہ یہ پانی لیک کر رہا ہے۔ وہ جلد مرمت کر کے چلا گیا۔ ہم نے دیکھا اب پانی اس جگہ سے لیک نہیں کر رہا تھا دوسری جگہ سے کر رہا تھا۔ مستری کو دوبارہ بلوا کر نٹ کسنے والی چابی سے اس کے سامنے نٹ کس کر بتایا تا کہ لیک بند ہو سکے اور جا کر بستر پر لیٹ گئے۔ پانچ منٹ بعد وہ مستری آیا اور اس نے ہمارے بستر پر غسل خانے کی تمام ٹونٹیاں لا کر رکھ دیں۔

○ ڈاکٹر یونس گدھے

ہم ابھی باتھ روم میں ہی تھے کہ ہمیں کمرے میں کھسر پھسر کی آوازیں آنے لگیں۔ ہم نے جھانک کر دیکھا تو ایک حسینہ گورا صاحب سے کچھ کہہ رہی تھی۔ گورا صاحب

ڈاکٹر محمد یونس بٹ　خندہ پیش آنیاں　© Urdu4U.com

نے پتہ نہیں اس کے کس سوال کے جواب میں کہا ڈاکٹر یونس۔ تو وہ بولی ڈاکٹر یونس گدھے۔ ہمارا ذہن فوراً کے جی بی کی طرف چلا گیا کہ ان کا جاسوسی نظام اتنا تیز ہے کہ ابھی رات کو ہم یہاں آئے ہیں اور انہیں ہمارے بارے میں اتنا کچھ پتہ ہے جتنا پاکستانیوں کو بھی نہیں پتہ۔ گورا صاحب نے بتایا کہ اس سے ان کی زبان میں یہ مراد ہے کہ ڈاکٹر یونس کہاں ہے؟ ایک ایسا ہی واقعہ ہمارے دوست ڈاکٹر رفیق کے ساتھ پیش آیا۔ وہ سعودی عرب گئے۔ ایئر پورٹ سے باہر نکلے ٹیکسی سٹینڈ کی طرف آئے تو ہر ڈرائیور انہیں ان کے نام سے بلا رہا تھا۔ ہر کوئی انہیں آواز دے رہا تھا "یا رفیق، ٹیکسی" بازار گئے تو وہاں بھی اسے دیکھتے ہی دکاندار کہنے لگے "یا رفیق" اس نے ہمیں خط لکھا کہ سعودی عرب کی جاسوسی اتنی تیز ہے کہ ایئرپورٹ پر اترنے سے پہلے ہی انہیں میرے نام کا پتہ چل گیا تھا۔

○ محبت خانم

صبح تیار ہو کر کمرے سے نکلے تو سامنے ایک سونے کے دانت والی عورت نظر آئی۔ یہی دانت اس کے جسم کا سب سے قیمتی جزو تھا۔ وہ آتی ہوئی تو نہیں البتہ جاتی ہوئی اچھی لگتی تھی۔ وہ ہمارے پاس آ کر رکی، اس کی زبان ہمیں سمجھ نہ آ رہی تھی۔ وہ بار بار جوش صاحب کے کپڑوں کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ وہ شرما گئے تو گورا صاحب نے بتایا وہ انہیں کپڑوں کا تاجر سمجھ رہی ہے۔ حالانکہ جوش صاحب کے کپڑوں کو اتنا بھی کپڑا نہیں لگتا۔ پتہ چلا اس کا نام محبت خانم ہے۔ محبت خانم کی شکل ایسی تھی جیسی شکل ہمارے ہاں مولوی محبت کی پیش کرتے ہیں۔ پتہ چلا وہ عورت بڑی کھلاڑی ہے۔ ہمیں تو وہ کھلاڑی سے زیادہ کھیل لگی۔ ہم نے اسے بتایا کہ ہم کچھ بیچتے نہیں تو اس نے جو کہا اس کا مطلب یہ تھا کہ بیچتے نہیں تو کچھ خرید ہی لو وہاں بوڑھی عورتیں انڈسٹری لگا لیتی ہیں جبکہ جوان تو خود انڈسٹری ہوتی ہیں۔

○ علی شیر تلخ نوائی

ہوٹل میں ہمارا کمرہ چوتھی منزل پر تھا۔ چوتھی منزل سے ہم نے دیکھا تو سامنے علی شیر نوائی تھیٹر یوں نظر آ رہا تھا جیسے کسی حسینہ کے سبز دوپٹے پر کاڑھا ہوا ہو۔ علی شیر نوائی ان کے قومی شاعر ہیں۔ ازبک جس کی عزت کرنا چاہیں اسے شاعر سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ تو ظہیر الدین بابر کو بھی ایک شاعر کے طور پر جانتے ہیں۔ ہم تو جسے نہیں سمجھتے اسے شاعر سمجھتے ہیں۔ پتہ چلا تاشقند میں غالب محلّہ بھی ہے جس کی خوبی یہ ہے کہ وہاں کوئی شاعر نہیں رہتا۔ پوچھا "اس کا نام غالب محلّہ کیوں رکھا ہے؟" ایک ستم ظریف بولا "یہاں کے لوگ بھی قرضے لے کر واپس نہیں کرتے۔" وہاں کے ایک بڑے ادیب آئیبک نے بیس سال کی محنت سے ناول "علی شیر نوائی" لکھا جس پر اتنی تلخ نوائی ہوئی کہ اس دکھ سے اس کی زبان بند ہو گئی پھر کئی برس وہ زندہ رہے مگر کسی سے نہ بولے۔ ہمارے علامہ اقبال کو تو قوالوں نے تالیوں سے پیٹ دیا لیکن علی شیر نوائی کو قدرت نے قوم سے بچانے کے لئے یہ کیا کہ جب علی شیر نوائی کی پانچ سوویں سالگرہ منانے کا پروگرام تھا تو ہٹلر نے سوویت یونین پر حملہ کر دیا۔ 25 سال بعد پانچسو پچیسویں سالگرہ کے جشن کا اہتمام کیا جا رہا تھا تو تاشقند میں زلزلہ آ گیا پورا شہر غائب ہو گیا۔ 1991ء میں اس کی 550 ویں سالگرہ کا جشن منایا گیا تو روس کا شیرازہ بکھر گیا۔

○ لائے، مائے، چائے

ہمارے ہاں دودھ پینے کے کئی طریقے ہیں۔ ان میں ایک کا نام چائے ہے۔ وہاں چائے سے مراد قہوہ ہوتا ہے جو بڑے کولر جیسے برتن میں ملتا ہے۔ گرم گرم پی لو تو چائے۔ اگر چائے ٹھنڈی کر لو تو ٹھنڈا تیار۔ ہمیں تو لگتا تھا ہم نے آئس کریم بھی مانگی تو چائے کو ہی فرج میں رکھ کر بنائیں گے۔ اندرے پوف کے زمانے میں واڈکا پینے پر

پابندی لگی تو یہاں کے لوگ چائے دانی میں پینے لگے۔ چائے کو لائے، مائے چائے کہتے ہیں۔ پہلے اسے پیالے میں ڈالتے ہیں وہ لائے ہوتی ہے یعنی مٹی، پھر اسے دوبارہ چائے دانی میں انڈیل دیتے ہیں آدھ منٹ بعد پھر پیالی میں ڈالتے ہیں یہ مائے ہوتی ہے یعنی تیل، تیسری مرتبہ ڈالو تو چائے ہوتی ہے جس سے اندازہ لگائیں تو ان کے پاس کتنا وقت ہوتا ہے۔ ناشتے کے لئے کیفے ٹیریا گئے تو وہاں بھی زبان کا مسئلہ تھا۔ ایک حسینہ ایسی زبان بول رہی تھی کہ دل چاہا ایسی زبان ہمارے منہ میں ہو۔ بہرحال انچارج خاتون کو تصویر بنا کر بتایا کہ ناشتے میں کیا چاہیے؟ ہماری طرح ایک آئرش سین نامی جو فرنیچر کا بزنس کرتا تھا۔ اس نے فرانس کا دورہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ جب وہ واپس آئر لینڈ آیا تو اس کے دوست برنیڈان نے پوچھا فرانسیسی کا تو تمہیں ایک لفظ نہیں آتا۔ پھر تم نے وہاں کیسے گزارا کیا؟ سین نے کہا میں بتاتا ہوں مجھے ایک ہوٹل نظر آیا میں نے وہاں کاغذ پر پلیٹ اور کھانے کی تصویر بنائی اور کھانا کھا لیا۔ ناچتے لوگوں کی تصویر بنائی یوں ڈانس کلب میں پہنچ گیا تم حیران ہو گے کہ رات کو ایک لڑکی میرے کمرے میں آئی اس نے پین سے بستر کی تصویر بنائی۔ برنیڈن حیرانی سے بولا "سین تم بول کر تو بتا نہیں سکتے تھے۔ پھر اسے کیسے پتہ چل گیا کہ تمہارا فرنیچر کا بزنس ہے۔"

○ جوک بک

ہم نے گورا صاحب سے کہا ہمیں کچھ جوک بکس دکھائیں۔ وہ ہمیں لے کر تاشقند ہوٹل کے اس کونے میں آ گئے جہاں سکھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ سکھوں کا یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ پتہ نہیں چلتا وہ واقعہ سنا رہے ہیں یا لطیفہ۔ وہ سنجیدہ گفتگو کر رہے ہوں تو لوگ سمجھتے ہیں انہوں نے پی رکھی ہے۔ ان میں اتنی سینس آف ہیومر نہیں جتنی نان سینس آف ہیومرز ہوتی ہے۔ وہ سکھ تو تھے مگر پنجاب کے نہ تھے۔ پنجاب کے سکھ

دوسرے علاقوں کے سکھوں سے زیادہ سکھ ہوتے ہیں۔ بڑے ڈرے ڈرے لگے۔ پتہ چلا
دو سال قبل اس ہوٹل پر چھاپہ پڑا تھا۔ اس وقت تو یہ بچ گئے بعد میں انہیں حالات
کی سنگینی کا پتہ چلا تب سے ڈرے ڈرے رہتے ہیں کہ اگر چھاپے میں پکڑے جاتے تو....
ایک سکھ نے بتایا" ہم رقیب برداشت نہیں کر سکتے۔ جس کا حل یہ ہے کہ ہمیشہ بد
صورت لڑکی سے فلرٹ کرو۔ جس کے لئے بڑی محنت چاہیے کیونکہ یہاں بد صورت لڑکی
تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس نے بتایا "میں نے دو سال قبل جوتوں کا کاروبار
شروع کیا۔ اب میرے پاس کل دو جوتے ہیں۔" ایک سردار نے کہا "میں بزنس میں
اس لئے ناکام ہوا کہ میں نے کسی کے مشورے پر عمل نہ کیا۔" دوسرے سردار نے
کہا "میں بزنس میں اس لئے ناکام ہو گیا کہ میں نے ہر کسی کے مشورے پر عمل کیا۔"
ایک سردار جو کئی ماہ سے تاشقند میں رہ رہا تھا واپس وطن جانے کی تیار کر رہا تھا۔
اسے بیوی نے خط میں لکھا تھا "جتنی جلدی ہو سکے گھر لوٹ آؤ نہیں تو میں وہ کچھ
یہاں بیچنا شروع کر دوں گی جو میں سمجھتی ہوں تم وہاں خریدتے ہو۔"

○ کھر گوشیاں

ہم تو عورتوں سے سرگوشیاں کرنے کو کھر گوشیاں ہی سمجھتے ہیں۔ اور کھر گوشیوں کے
لئے ٹیلیفون سے بہتر کوئی شے نہیں۔ ازبکستان میں ٹیلی فون فری ہوتے ہیں۔ ہمارے
ہاں لوگ ٹیلیفون پر فری ہوتے ہیں۔ ایک آفس میں ملازم اتنی پرسنل کالز کرتے کہ انچارج
نے لکھ کر لگا دیا کہ پرائیویٹ کال کرنا منع ہے۔ اگلے ہی دن ایک ملازم فون کر
رہا تھا' مینجر نے پوچھا "کیا یہ پرائیویٹ کال ہے؟" کہا "نہیں سر میں تو اپنی بیوی کو
فون کر رہا ہوں۔" کہتے ہیں جو بیوی اور خدا سے نہیں ڈرتا وہ اچھا آدمی نہیں ہوتا۔
ہمارے دوست بیوی سے یوں ڈرتے ہیں جیسے خدا سے ڈر رہے ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ
خدا سے یوں ڈرتے ہیں جیسے بیوی سے ڈر رہے ہوں۔ ٹیلیفون سے ہمیں وہ لطیفہ یاد

ڈاکٹر محمد یونس بٹ　خندہ پیش آنیاں　© Urdu4U.com

آ گیا جو ازبکستان کے طنز و مزاح کے رسالے مشتم میں 1989ء میں لطیفوں کے مقابلے
میں اول آیا۔
بندہ اخبار پڑھ رہا تھا فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے بیوی سے کہا۔ "تم فون اٹھاؤ اگر میرا
پوچھے تو کہہ دینا میں نہیں ہو۔" بیوی نے فون اٹھایا اور کہا "میرا شوہر ادھر ہی ہے"
خاوند بولا۔ "میں نے تمہیں کہا تھا میرا فون آئے تو کہہ دینا میں گھر پر نہیں ہوں۔"
بیوی نے کہا۔ "وہ آپ کا فون نہیں تھا۔"

○ ڈاکٹر تاشقند مرزا

ڈاکٹر تاش مرزا تاشقند کی ایسی شخصیت ہیں کہ آپ انہیں ڈاکٹر تاشقند مرزا کہہ سکتے
ہیں۔ آج کل وہ پاکستان میں ازبک سفارتخانے میں خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔
انہیں اردو آتی ہے۔ پاکستان سے ازبکستان جانے والے پہلے سوچتے ہیں کہ ان سے ازبک
زبان سیکھیں گے مگر ان سے مل کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان سے اردو سیکھنی چاہیے۔
ہم میں چونکہ زبان سیکھنے کی صلاحیت نہیں' اگر ہوتی تو ہم ان سے سب سے پہلے اردو
زبان سیکھتے۔ وہ ہمارے لئے ہوٹل میں گھر سے جو پراٹھے بنوا کر لائے وہ ایسے تھے کہ
انہیں کھانے کے لئے بندہ لاہور سے تاشقند جا سکتا ہے۔ ہم نے انہیں بتایا کہ ہم یہاں
کے ہنستے لوگ دیکھنے آئے ہیں اور ان کی ہنسیاں اکٹھی کرنے کا رادہ ہے۔ ہم سمجھتے
ہیں مزاح یہ ہے کہ بندے کو اس کی خامیاں اس طرح بتائی جائیں کہ وہ سنے تو
مسکرانے لگے اور اس کا ہمسایہ سنے تو ہنسنے لگے۔ انہوں نے کہا یہاں مزاح اور مزاح کے
بارے میں میری اردو دان بیٹی نگار مرزائیوف بتا دے گی جبکہ ہنسیوں سے ملوانے کے
لئے دادا جان نوری آئیں گے۔ دادا کا لفظ سن کر ہم ڈر گئے سوچا آ کر نصیحتیں
ہی کریں گے لیکن انہیں دیکھا تو الٹا انہیں نصیحتیں کرنے کو دل چاہنے لگا۔ انہوں نے
آتے ہی ہمیں یوسف صاحب کہنا شروع کر دیا۔ کوئی لڑکی یہ بات کہتی تو بات ہی

اور تھی۔ ہم نے انہیں کہہ دیا دادا جان ہمارا نام یونس ہے۔ انہوں نے تھوڑی دیر توقف
کیا اور کہا "میرا نام دادا خان ہے۔"

○ دادا دلدادا

دادا خان نوری ازبکستان کی ادبی ٹرین ہیں۔ جو چلتی یوں ہی ہے جیسے ہماری ٹرین چلتی ہے
یعنی جس دن مقررہ وقت پر پہنچ جائے لوگوں سے کہنا پڑتا ہے ہم زحمت کے لئے معذرت
خواہ ہیں۔ وہ اتنے متحرک ہیں کہ کھڑے بھی ہو تو لگتا ہے حرکت کر رہے ہیں۔
عینک رکھ کر بھول جاتے ہیں۔ ایک دن ایسے ہی کہیں عینک بھول گئے۔ دکان پر گئے۔
عینک خریدی، رقم ادا کی اور عینک وہیں بھول آئے۔ ایک روز باہر واپس آئے اور کہا
دیکھا بیگم آج میں عینک بھول کر نہیں آیا میرے ہاتھ میں موجود ہے۔ تو بیوی نے کہا
"مگر آج تو آپ گھر سے عینک لے جانا ہی بھول گئے تھے۔" ان کو اردو آتی ہے
جسے سن کر لگتا ہے ہمیں اردو نہیں آتی۔ اس سفر میں وہ ہمارے ترجمان بھی رہے۔
وہ اتنی ترجمانی نہ کرتے جتنی اپنی کرتے۔ اک ایسے ہی ترجمان کے بارے میں ہے کہ
اس نے اناؤنسمنٹ کی کہ اب آپ کے سامنے ملک کے ذہین ترین اور سب سے
بڑے شاعر، غالب ثانی اور بہت بلند پایہ مقرر کو بلاتا ہوں جنھوں نے میرے لئے یہ اناؤنسمنٹ
بھی لکھی۔ وہ ممکن کام کو ناممکن بنا سکتے ہیں۔ ان جیسے ایک ادیب نے جاپان میں بہت
کم پیسوں میں ایک شخص کے تین دن اور دو راتوں کے قیام کا یوں انتظام کیا کہ اس
شخص نے پوچھا اتنا سستا، یہ کیسے ممکن ہوا؟ کہا "دن جو ملے ہیں وہ 11، 12، 13 جولائی
ہیں۔ جبکہ راتیں 21، 22، 23 جولائی ہیں۔" دادا خان جس رفتار سے سوچتے ہیں اس
رفتار سے بولتے نہیں۔ ہم نے ان سے پوچھا "اصل تلفظ کیا ہے سمر قند یا ثمر قند؟"
کہا "ثمر قند" ہم نے کہا "بہت مہربانی آپ کی رہنمائی کی۔" کہا۔ "آپ کا بھی شکریہ۔"

ڈاکٹر محمد یونس بٹ　　خندہ پیش آنیاں　　© Urdu4U.com

○ GET TWO GETHER

دادا خان نے آتے ہی کہا ہمارے عوامی ادیب حمید غلام کی ستر ہویں سالگرہ ہے۔ آپ
کو اس GET TWO GETHER پر لے جاتے ہیں۔ راستے میں گورا صاحب نے پوچھا
"آپ دادا خان کی علم دوستی سے متاثر ہوئے یا مہمان نوازی سے؟" ہم نے کہا "ان
کی ڈرائیونگ سے۔" اتنی اچھی ڈرائیونگ کرتے ہیں کہ لگتا ہے گاڑی بغیر ڈرائیور کے
چل رہی ہے۔ اس تقریب حمید میں ہمیں بھی تقریر کرنا تھی۔ گاندھی جی نے کہا ہے
خاموشی بہترین تقریر ہے، اس لئے ہم اس وقت اکثر خاموش ہوتے ہیں جب تقریر کر
رہے ہوں۔ تقریب میں ہم نے بتایا کہ جوش صاحب ہمارے کافی بڑے شاعر ہیں، ہماری
باتوں پر سب کو یقین آ رہا تھا صرف ایک بندے کو یقین نہیں آ رہا تھا وہ جوش صاحب
خود تھے۔ ہمارے اکثر شاعروں کی گہرائی، جوش صاحب کی موٹائی اور چوڑائی سے زیادہ
نہیں۔ وہاں ہم نے جو تقریر کی اس کا ترجمہ دادا خان نوری کر رہے تھے۔ ہم سنجیدہ
بات کرتے وہ ایسا ترجمہ کرتے کہ لوگ ہنسنے لگتے۔ ہم نے مزاحیہ بات کی تو انہوں
نے ایسا ترجمہ کیا کہ لوگ سنجیدہ ہو گئے۔ ہم نے حمید غلام کی تقریب پر کہا ان کی
ستر ہویں سالگرہ پر دل چاہتا ہے ان کی سوویں سالگرہ پر بھی شرکت کریں۔ ہم نے
ایک لمبا سا لطیفہ سنایا۔ دادا خان نوری نے ایک جملے میں اس کا پتہ نہیں کیا ترجمہ کیا
کہ لوگ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ہم نے بعد میں پوچھا "دادا خان آپ نے
ہمارے طویل لطیفے کا ایک جملے میں کیا ترجمہ کیا تھا؟" بولے میں نے کہا تھا "معزز
مہمان نے لطیفہ سنایا ہے ہنسیں۔"

○ محبت کا ٹمپریچر

جاپانی کہاوت ہے محبت ایسا لفظ ہے جو سردیوں میں تین مہینے گرم رکھ سکتا ہے۔ ویسے

تو منٹو کے افسانے پڑھ کر بھی سردیاں گرم ہو سکتی ہیں۔ حمید غلام کی شاعری محبت کی شاعری ہے۔ تقریب میں چھوٹے چھوٹے بچوں نے جو نظمیں سنائیں ان کا مفہوم یہ تھا کہ بابا آپ نے بڑوں کے لئے محبت کی شاعری کی، بچوں کی محبت پر بھی شاعری کریں اور ساتھ دعا دی کہ آپ سو سال کے ہو جائیں شاید یہ انہوں نے اس لئے کہا ہو کہ جب تک وہ بچے نہ بنیں گے بچوں کی محبت پر کیسے لکھیں گے؟ تقریب میں حمید غلام کے ڈراموں کے مشہور کردار آ کر اپنے خالق کی تعریف کرتے رہے۔ ڈرامے کا ایک حصہ بھی دکھایا گیا ہیروئن کہتی ہے "آپ کو ذرا میرا خیال نہیں۔ دیکھتے نہیں انجیلا کا خاوند اس سے کتنی محبت کرتا رہتا ہے۔ کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے؟" اس کا خاوند جواب دیتا ہے "کر تو میں بھی ایسا سکتا ہوں پر انجیلا کو تو راضی ہونا چاہیے۔"

○ شاہ و گدھا

تقریب میں ایک دانش ور نے کہا "کلچرل کی دنیا میں شاہ و گدھا سب ایک ہوتے ہیں۔" ہمارے خیال میں تو کلچرل کی دنیا میں شاہ ہوتا ہے یا گدھا۔" البتہ جہالت بھی وقت کے ساتھ ساتھ تعلیم یافتہ ہو جاتی ہے۔ حمید غلام نے بتایا ان کی شادی کو 55 سال ہو گئے۔ ہم نے کہا "یہ تو بڑا لمبا عرصہ ہے ایک شخص کے ساتھ رہنے کے لئے۔" بولے "یہ نہ ہوتی تو اس کے بغیر یہ عرصہ اور لمبا ہوتا۔" انہوں نے بتایا کہ میری بیوی اتنی بہادر ہے کہ اس نے میری ساری کتابیں پڑھی ہیں۔ میرے لئے خوشی کی بات یہ ہے کہ میں رائٹر ہوں اور اس سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ میری بیوی رائٹر نہیں ہے۔ انہوں نے بتایا گھر وہ جگہ ہے جہاں کھلے دل سے بندہ ہنس سکتا ہے بشرطیکہ گھر اپنا نہ ہو۔ ہمیں یہ حیرت ہوئی کہ وہاں اکثر بڑے ادیبوں کے نام کے ساتھ غلام لگتا ہے جیسے غفور غلام وغیرہ۔ ہم نے بتایا کہ اب آپ آزاد ہو چکے ہیں۔ غفور غلام

لکھتے ہیں یتیم کے بہت سے باپ ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں اشارہ تھا کہ بیوہ کے کئی خاوند ہوتے ہیں۔ ہم نے کہا آپ رائٹروں کی ایک بات ہمیں اچھی نہیں لگی آپ سب سے بوڑھے ہیں؟ بولے میں تو اتنا بزی ہوں کہ میرے پاس آئندہ دس پندرہ سال تک بالکل بوڑھا ہونے کے لئے وقت نہیں۔ تاشقند ادیبوں کے لئے لاہور ہے۔ غفور غلام لکھتے ہیں چڑیا تک جس نے تاشقند کے دانے چگے ہوں خود جنت سے اڑ کر تاشقند واپس آ جاتی ہے۔ ایک بوڑھے ادیب سے ہم نے پوچھا "34 سال آپ کی شادی کو ہو گئے، تب سے آپ دونوں میاں بیوی جاب بھی کرتے ہیں اس طویل خوشگوار ازدواجی زندگی کا راز کیا ہے؟ کہا "وہ دن کو کام پر جاتی ہے اور میری رات کی ڈیوٹی ہے۔"

○ دل خراج

رقص اعضاء کی شاعری ہے جتنے پائے اعلیٰ اتنی یہ شاعری اعلیٰ پائے کی، خوشی کے موقع پر یہاں جو رقص کرتے ہیں اسے دل خراج کہتے ہیں۔ ان لوگوں کا اتنا اچھا ڈانس دیکھ کر ہم نے پوچھا "آپ کے مشہور ڈانس ڈائریکٹر کون کون گزرے ہیں؟" کہا "سٹالن سے برژنیف تک ہر کوئی نچانے میں ماہر تھا۔" کھانے کے لئے ان کے اچھے ہوٹل میں گئے وہاں مینو کارڈ میں رقص بھی شامل تھا تا کہ آنکھوں کو بھی فوڈ ملے۔ وہاں پیانوں بجانے والے نے کہا میں پہلے یہاں وائلن بجاتا تھا اور لوگ میری ہر نوٹ پر میری طرف نوٹ اچھالتے۔ پوچھا "پھر آپ نے وائلن بجانا بند کیوں کر دیا؟" کہا "جس کے پاس نوٹ نہ ہوتے وہ بیئر کا گلاس اچھال دیتا۔" ایک ہوٹل میں ہمیں پتہ چلا کہ ڈانسر آ کر اپنا لباس اتار دیتی ہیں وہاں تین ڈانسرز آئیں دیر تک ڈانس کرتی ہیں مگر کسی نے وہاں آ کر لباس نہ اتارا۔ جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ان کے پاس اتارنے کے لئے لباس ہی نہیں تھا۔ ہم نے ان کو پیسے دیئے تو ساتھی بولا "آپ تو پانی پی رہے ہیں پھر یہ حرکت کیوں کی؟ عرض کیا "ہم نے انہیں کپڑوں کے لئے پیسے دیئے ہیں۔"

○ ٹپے ٹاپے

ہوٹل تاشقند کے نیچے کیفے ٹیریا سے ہم جب بھی کھانا کھا کر نکلتے تو دروازے پر بیٹھا دربان اپنے حقہ نما برتن سے ہم پر خوشبو چھڑکتا اور پھر اس کے پیسے مانگتا۔ خوشبو ایسی تھی کہ اگلے ہی روز ہمیں پوچھنا پڑا کہ آپ خوشبو نہ چھڑکنے کے کتنے پیسے لیں گے۔

ہوٹل میں پاکستانیوں کے کمرے ایسے تھے کہ ان کو وہاں اجنبیت کا احساس نہ ہو گھر کا ماحول لگے۔ پوچھا "اس کے لئے آپ کیا کرتے ہیں؟" کہا "اس کے لئے ہم یہ کرتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کرتے۔" عرض کیا "ہمیں سمجھ نہیں آئی" کہا "آسان ہے کمرے کی ایک ہفتہ صفائی نہ کریں کمرہ پاکستانیوں کے لئے تیار۔" ہم دوپہر کو کھانے کے بعد ضرور سوتے پہلے دن ہم بستر پر لیٹے ہی تھے کہ باہر سے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو ایک بندہ نشے میں لڑکھڑا رہا تھا۔ ہم نے کہا۔ "دیکھ نہیں رہے تم غلط کمرے میں گھس رہے ہو" بولا "میں غلط کمرے میں نہیں گھس رہا۔ تم غلط دروازے سے باہر آئے ہو۔"

○ موسم گردا

تاشقند میں جو سب سے دلچسپ چیز ہم نے دیکھی وہ تھے پاکستانی ٹورسٹ۔ وہاں سردیوں کے موسم میں آ کر بندہ سوچتا ہے کہ مقامی لوگ یہاں کیوں رہتے ہیں؟ اور گرمیوں کے موسم میں پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ یہاں کیوں رہتے ہیں! شہر اتنا بڑا نہیں ہونا چاہیے کہ بندے کو شہر سے نکلنے میں کئی دن لگ جائیں۔ تاشقند شہر کو آتی تو ہم نے بے شمار سڑکیں دیکھیں مگر وہاں سے جاتی سڑک نظر نہ آئی ایسے ہی جیسے ہم لاہور سے جانا چاہتے مگر دس سال ہو گئے یہاں کی کوئی سڑک باہر لے جاتی ہی نہیں۔ لاہور میں موسم گرما ہوتا پھر موسم سرما اب دونوں کو ملا کر موسم گردا بن گیا ہے لیکن تاشقند

ڈاکٹر محمد یونس بٹ — خندہ پیش آنیاں — © Urdu4U.com

میں آپ کو گرد ملے گی نہ آوارہ گرد۔ وہاں مہینوں جوتے پالش کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہاں موچی پتہ نہیں کیا کام کرتے ہوں گے۔ ہمارے ہاں ایسی لڑکیاں ہیں کہ ان کا سوچو تو نیند آنے لگتی ہے وہاں سوچو تو وہ آنے لگتی ہیں۔ البتہ ہوٹل کے سرہانوں میں مرغیوں کے پر بھرے تھے۔ جو اتنے نرم تھے کہ فوراً نیند آ جاتی اس دن ہمیں پتہ چلا کہ کچھ سرہانوں میں مرغوں کے پر بھی بھرے ہیں۔

○○○

- ## گم سم

تاشقند میں دو بڑی مارکیٹیں ہیں گم اور سم۔ جہاں بیوی کے ساتھ جانے والا کئی دن گم سم رہتا ہے۔ ہم نے سم جانے کا پروگرام بنایا یہ کھل جا سم سم کہنے سے پہلے ہی کھل جاتا ہے۔ ٹرام میں بیٹھے۔ یہاں مسافر اترتے وقت کرایہ دیتے ہیں ہمارے ہاں چڑھتے ہی لے لیتے ہیں شاید اس لئے کہ ہمارے ہاں کوئی پتہ نہیں مسافر منزل تک زندہ سلامت پہنچتا بھی ہے یا نہیں کیونکہ ہمارے ہاں ٹکٹ ہی ناقابل انتقال ہوتے ہیں۔ آج وہاں اللہ اور ڈالر سب سے بڑا ہے۔ سوم وہاں کی کرنسی ہے۔ گورا صاحب نے چار سو ڈالر تڑوائے اتنے سوم مل گئے کہ وہ ڈر رہے تھے اگر میں ہزار ڈالر تڑوا لیتا تو مجھے سوم اٹھانے کے لئے مزدور کی ضرورت پڑتی۔ بٹوے مں جتنے پیسے آتے ہیں اتنے میں وہاں بٹوہ نہیں آتا۔ سوم کا سوئم ہونے والا ہے۔ وہ اتنا سستا ہے کہ ایک سوم کی اتنی ہی قیمت ہے جتنی سادہ کاغذ پر سوم پرنٹنگ کرنے پر آتی ہے۔ بازار میں لوگ چیزیں خریدتے ڈرتے ہیں کیونکہ گھر لاتے لاتے ان کا بھاؤ بدل جاتا ہے۔ وہاں ایسی بے چینی ہے کہ ایک شخص سے پوچھا "آپ کو پتہ ہے تین چار سال بعد آپ کا مستقبل کیا ہو گا؟" کہا "مستقبل کا کیا پتہ! ہمیں تو یہ پتہ نہیں تین چار سال بعد ہمارا ماضی کیا ہو گا؟" اڈولف ہٹلر کے آخری دور میں لوگوں کو اپنے کاروبار میں نقصانات اٹھانے پڑے تو ایک لطیفہ اکثر محفلوں میں سنایا جاتا۔ وہ یہ تھا کہ ایک جرمن شہری کو برلن کی عدالت نے کسی جرم میں سزا سناتے ہوئے یہ حکم دیا "اسے دوکانیں الاٹ کر دی جائیں۔"

- ### بازاری باتیں

یہاں بچوں کے لئے دکانیں ہیں یا بڑوں کے لئے۔ مرد عورت میں کوئی تخصیص نہیں البتہ

یہ ہے جو کم محنتی اور کاہل ہو اسے مرد کہتے ہیں۔ قیمتیں اور آبادی ہوتی ہی بڑھنے کے لئے ہیں۔ یہاں ہر چیز مہنگی ہے۔ یہاں تک کہ تنخواہ تک بڑی مہنگی ہے۔ گاہک کو یہاں بھی کئی ناموں سے پکارتے ہیں۔ ڈاکٹر اسے مریض' ہوٹل والے مہمان' وکیل اسے موکل' ٹیچر اسے سٹوڈنٹ' ایئر لائن والے مسافر' سیاست دان اسے ووٹر اور عورتیں اسے فرینڈ کہتی ہیں۔ وہاں دکاندار ہی دکاندار ہیں خریدتا کون ہے پتہ نہیں؟ جب ہم کسی بندے کو خاتون کے ساتھ دوسرے محلے جاتے دیکھتے ہیں تو ہمیں وسوسے گھیر لیتے۔ ہم نے وہاں جوتے دیکھے مگر کوئی جوتی دل کو نہ لگی ایک لگی مگر پاؤں کو ہی لگی۔ کپڑوں کی دکان پر سیلز گرل نے جو لباس پہن رکھا تھا اس سے تو لگتا تھا کہ اسے خود کپڑے خریدنے چاہئیں مگر لباس' پہننے والیوں سے بھی کئی ڈالر مہنگے تھے۔ قیمتیں فکس ہیں جنہوں نے ازبکوں کو فکس کر رکھا ہے۔ دکانداروں سے بات کرنے کی ضرورت نہیں صرف وہی بات کرتے ہیں جنہیں کچھ نہ خریدنا ہو۔ وہاں کے لباس کی کوالٹی ایسی ہے کہ مجبوری میں ہی پہنے جاتے ہیں۔ اتارے تو پہلے ہی مجبوری میں جاتے ہیں۔ ایک دن ہمارے ساتھی نے پوچھا "ہوا مذکر ہے یا مونث؟" ہم نے کہا "مونث" تو بولے "میں نہیں مانتا ہوا سامنے والی لڑکی کی سکرٹ کے ساتھ جو کچھ کر رہی ہے یہ کسی مذکر کی حرکت ہی ہو سکتی ہے۔"

- ### گم

گم تاشقند کی وہ مارکیٹ ہے جہاں آنے والے گم ہو جاتے تھے۔ اب تو یہ خود گم ہو رہی ہے۔ یہ تو شکر ہے سٹالوں پر سیلز گرلز ہوتی ہیں ورنہ بندہ کس کا بھاؤ تاؤ کرتا۔ گم کے سامنے جوش صاحب نے پانی دیکھ کر اسے پینا شروع کر دیا اور کہنے لگے۔ "اس لئے نہیں کہ مجھے پیاس لگی ہے اس لئے پی رہا ہوں کہ کہہ سکوں میں نے گھاٹ

گھاٹ کا پانی پیا ہے۔" ہم نے پوچھا "گم حکومت کے کنٹرول میں ہے یا نجی سیکٹر کے کنٹرول میں ہے؟" جواب ملا "ڈالر کے کنٹرول میں ہے۔" لڑکیاں روسی ہوں یا ازبک ان کا پسندیدہ نام "مسٹر ڈالر" ہی ہے۔ سب لوگ حیران پھر رہے تھے جیسے انہوں نے عبدالعزیز خالد کے شعر سن لئے ہوں۔ ہمارے ہاں کے دکاندار ان سے زیادہ سچے ہیں۔ لاہور میں ہم نے خود دیکھا ایک نقلی مال بنانے والی دکان پر یہ بورڈ لگا تھا۔ "نقالوں سے ہوشیار رہیں۔"

○ 1/2 ملا نصر الدین

انصار الدین صاحب کو اردو بھی آتی تھی اور لطیفے بھی۔ وہ پاکستان میں ازبک پڑھاتے رہے ہیں۔ ان کا گھر اتنا صاف تھا کہ ایسی صفائی تو کوئی چور ہی کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کام چور نہ ہو۔ پوچھا اتنی صفائی سے تو لگتا ہے آپ سارا دن یہی کرتے رہتے ہوں گے؟ کہا "بالکل نہیں ہم صفائی نہیں کرتے۔" پوچھا "پھر کیا کرتے ہیں؟" کہا "گندگی نہیں پھیلاتے" ہم نے کہا "ہم نے تاشقند میں ناجائز تجاوزات نہیں دیکھیں۔" بولے "اس کا مطلب ہے آپ نے یہاں عورتیں غور سے نہیں دیکھیں۔" انہوں نے بتایا علی شیر نوائی نے خمسہ لکھا۔ ان کی پانچ داستانیں ہیں شیریں فرہاد، لیلیٰ مجنوں، صدر سکندر، حیرت الابرار اور پانچویں میں بھول گیا۔ ہم نے پوچھا "میں بھول گیا کس کے بارے میں ہے؟" انہوں نے گھر فون کیا تو بیوی نے بتایا پانچویں "سب بھی سیار" ہے۔ ہمارے ادیب بھی اپنی بیوی سے لکھنے میں مدد لیتے ہیں جو یہ ہوتی ہے کہ بیوی کچھ دنوں کے لئے میکے چلی جاتی ہے۔ ہمارے ایک ادیب تو یہ تک پوچھنے کے لئے کہ وہ شادی شدہ ہیں یا نہیں اپنی بیوی کو فون کرتے ہیں۔ انصار الدین کے ہاں ہم نے جلدی جلدی رات کا کھانا کھایا یعنی صرف تین گھنٹوں میں کھا لیا۔ ہم نے اپنے ایک عرب دوست کو بتایا "ازبک اپنے مہمان کو کبھی میز پر نہیں بٹھاتے۔" وہ بولا "ہم بھی ایسے ہی کرتے

ہیں خاتون ہو تو اسے خالی کرسی پر بھی نہیں بٹھاتے۔"

○○○

• مشتم

مشتم کا مطلب ہے مٹھی۔ اس نام سے تاشقند سے طنز و مزاح کا ایسا ہفت روزہ نکلتا ہے جسے پڑھنے میں دو ہفتے لگ جاتے ہیں۔ اس کے پہلے چیف ایڈیٹر عبداللہ قادری کو 1937ء میں قتل کر دیا گیا۔ اب مشتم کا دفتر بلند عمارت کی آخری منزل پر واقع ہے۔ رسالے کا چیف ایڈیٹر غلطی کرے تو اسے اور اوپر بھیج دیا جاتا ہے۔ رائٹر قلم سے سانس لیتا ہے سو اگر کسی رائٹر کی سانس اکھڑنے لگے تو اس کے منہ سے آکسیجن لگانے کے بجائے اسے قلم دینا چاہیے لیکن حکومت نے 70 سالہ مشتم کے چیف ایڈیٹروں کا سانس روک دیا۔ اس کی اشاعت 1970ء... 1980ء کے دوران چھ لاکھ تک پہنچ گئی۔ آج کل اس کے چیف ایڈیٹر وہاں کے عوامی ادیب اور ممتاز مزاح نگار نعمت امینوف ہیں۔ کاغذ کی وہاں اتنی قیمت ہے کہ آج کل سب سے قیمتی ادب ازبکستان میں لکھا جا رہا ہے۔ رائٹر کو خود اپنا ایک جملہ کئی سوم میں پڑتا ہے۔ مشتم میں ادیبوں کی تصویروں کے ساتھ ساتھ ان کے کارٹون بھی ہوتے ہیں لیکن وہ احتیاطاً لکھ دیتے ہیں کہ ان میں سے ادیبوں کی تصویریں کونسی ہیں۔

○ یوسفانے

ہمیں تاشقند کی جو نعمتیں بھائیں ان میں ایک نعمت امینوف بھی تھے۔ شخصیت ایسی کہ مزاح نہ بھی لکھتے تب بھی لوگ ان سے مل کر ہنستے۔ دوائیاں وہاں میڈیکل سٹوروں پر نہیں ملتیں۔ وہاں ڈپریشن کی دوائی نہیں ملتی' لیکن یہ خبر پہلے کی تھی۔ اب وہاں یہ دوائی ملتی ہے' مشتم کے چیف ایڈیٹر کی کرسی پر۔ نعمت امینوف کہتے ہیں طنز کی روٹی بڑی سخت ہوتی ہے اس کو کھانے کے لئے لوہے کے دانت چاہئیں۔ وہاں ادیب کے

ڈاکٹر محمد یونس بٹ — خندہ پیش آنیاں — © Urdu4U.com

لئے سب سے بڑا حکومتی اعزاز "عوامی ادیب" ہے۔ نعمت امینوف وہ مزاح نگار ہیں جنہیں یہ درجہ ملا۔ ہمارے ہاں تو مزاح نگاروں کو شادیوں پر بلاتے ہیں۔ ایک مرتبہ اسلامی جمعیت نے کئی سنجیدہ ادیبوں کے ساتھ ہمیں ایک تقریب میں بلایا۔ ہم خوش ہوئے کہ ہمیں کسی نے تو سنجیدگی سے لیا۔ ہماری باری آئی تو اناؤنسمنٹ ہوئی کہ اب ڈاکٹر یونس بٹ اپنا پروگرام پیش کریں گے۔ نعمت امینوف کی وہاں جتنی عزت ہے ہمارے ہاں اتنی عزت اسی صورت میں مل سکتی تھی اگر وہ ادیب نہ ہوتے۔ ہم نے انہیں اپنی کتابیں پیش کیں تو تصویر دیکھ کر کہنے لگے آپ کا نام یوسف ہونا چاہیے تھا۔ پھر بولے "اللہ نے آپ کی شکل آپ کی تصویر دیکھ کر بنائی ہے مبارک ہو۔"

○ غیر زنانہ کام

نعمت امینوف کی موجودگی میں ڈاکٹر گورا صاحب نے کہا کہ طنز و مزاح غیر زنانہ صنف سخن ہے۔ وہ ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ ظاہر ہے انہوں نے یہ بات طبی معائنے کے بعد ہی کہی ہو گی لیکن ہمیں لگتا ہے وہ عورتوں کی سنجیدہ تحریریں نہیں پڑھتے۔ ورنہ یہ نہ کہتے کہ عورتیں مزاح نہیں لکھتیں۔ حالانکہ عورتیں اس میدان میں مرد سے اتنا آگے ہیں کہ ہم نے ہر جگہ مرد ان کے پیچھے ہی دیکھے۔ ہمارے کیلنڈر میں ابھی دسواں مہینہ ہوتا ہے ان سے کہو تو شرما کر کہتی ہیں "پہلا مہینہ لگ بھی گیا" خواتین میں یہ بڑی خوبی ہے کہ وہ ہمیشہ وہ کام نہیں کرتیں جس پر انہیں عبور ہوتا ہے۔ جیسے ان سے اچھا نقاد کون ہو سکتا ہے مگر اردو تنقید میں گنج گراں مایہ سب مرد ہی ہیں۔ ایک ادبی تقریب میں ہم نے ایک خاتون کو افسانے پر تنقید کرتے سنا وہ بولیں "یہ کہانی مجھے آج کی نہیں لگتی کیونکہ کہانی میں ہیروئن نے جو کپڑے پہنے ہیں وہ پرانے فیشن کے ہیں۔" نعمت امینوف نے کہا واقعی یہ سوچنے والی بات ہے کہ عورتیں مزاح کیوں نہیں لکھتیں۔ گورا صاحب نے کہا اس پر سنجیدہ بحث ہونی چاہیے۔ امینوف صاحب نے کہا

اس پر سنجیدہ بحث نہیں ہو سکتی کیونکہ اس مسئلے کا تعلق مزاح سے ہے۔ بہرحال انہوں نے کہا عورت کا مزاح اس کا ناز نخرہ ہی ہے یہ ان کا سوچنے کا انداز ہے جیسے وہ ایک پول کی اونچائی معلوم کرنا چاہتے تھے پاس سے ایک سنجیدہ ادیب گزرے پوچھا "کیا کر رہے ہو؟" بولے "میں جاننا چاہتا ہوں یہ پول کتنا بلند ہے؟" اس نے کہا یہ کون سا مشکل ہے اور پول کو لٹا کر فیتے سے ماپ کر بتا دیا یہ ٹھیک 24 فٹ ہے۔ پھر پول کو اس طرح لگا دیا تو نعمت امینوف بولے "ہیں ناں آپ پروفیسر میں نے پول کی بلندی جاننے کے لئے کہا تھا آپ مجھے اس کی لمبائی بتا رہے ہیں۔"

○ SENSE OFF HUMOUR

کہتے ہیں مزاح کو سمجھنے کی حس ان عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے جن کے دانت خوبصورت ہوتے ہیں بہ نسبت ان کے جن کے دانت خوبصورت نہیں ہوتے۔ لیکن وہ طنز و مزاح میں اس لئے نہیں آتیں کہ وہ جس کے ساتھ شگفتہ بات کرتی ہیں فوراً سنجیدہ ہونے کی کرتا ہے۔ تاہم اس کے باوجود ان کا مزاح پر بڑا احسان ہے۔ مشتاق احمد یوسفی کی تحریروں سے عورت نکال دی جائے تو کیا بچے گا؟ کہا "عورت بچے گی۔" خواتین کا طنز و مزاح سے اتنا کم واسطہ ہے کہ ان کا تو سراپا لکھا جائے تو اسے خاکہ نہیں غزل کہتے ہیں۔ ہمارے ایک دوست نے بتایا میری جس خاتون سے منگنی ہوئی تھی اس میں بڑی حس مزاح تھی مگر میں نے اس سے جان چھڑالی۔ پوچھا "کیسے؟" بولے "شادی کر کے" ویسے خاوند تو بیوی کو مزاح نگار ہی سمجھتا ہے اس کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتا اور کئی مزاح نگار کسی محفل میں سنجیدہ گفتگو کرے تو سننے والے سمجھتے ہیں اس نے چڑھا رکھی ہے۔ مزاح کی تعریف کئی نقادوں نے کرنے کی کوشش کی مگر مکمل تعریف آج تک ہم نے نہیں پڑھی سو ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ مزاح کی جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہوتی ہے۔ پطرس بخاری تو کہا کرتے تھے مزاح کی وضاحت کرنے کے مقابلے میں مزاح تخلیق کرنا زیادہ آسان ہے۔ حالی نے ہماری شاعری پڑھ کر کہا تھا لگتا ہے ہمارے سب شاعر، ایک ہی روز، ایک ہی شہر میں پیدا ہوئے۔ ایک جیسے حالات سے دو چار رہے، ایک ہی محبوبہ سے محبت کی اور سب نے ایک ہی روز وفات پائی۔ البتہ ہمارے مزاح نگار ایک دوسرے سے اتنے ہی مختلف ہیں جتنی ان کی شکلیں۔ ضمیر جعفری صاحب اتنے وسیع و عریض ہیں کہ لگتا ہے بندہ انہیں نہیں دیکھ رہا ان کا کام دیکھ رہا ہے۔ شفیق الرحمٰن کے ہاں یونیفارم ہیومر ہے اور کرنل محمد خان کے ہاں ہیومر ان یونیفارم ہے۔ جدید مزاح کے جو نادر نمونے ہیں ان میں اکثر نمونے سیاست میں بلند مقام رکھتے ہیں۔

URDU4U.COM

○ "کوک ولا"

کوک ولا ازبک میں ہرے کھیت کو کہتے ہیں۔ یہ اس انعام کا نام ہے جو مزاح نگاروں کو دیا جاتا ہے۔ مشتم کے زیر اہتمام اس سال کے پہلے نمبر پر آنے والے مزاح نگار کو پانچ ہزار روبل اور ایک مینڈھا انعام دیا جاتا ہے۔ مزاح نگار اس مینڈھے کے ساتھ تصویر کھنچواتے ہیں جو اخبارات میں چھپتی ہے۔ اکثر مینڈھا اتنا صحت مند ہوتا ہے کہ لگتا ہے مینڈھے کو انعام میں مزاح نگار ملا ہے۔ دوم آنے والے کو تین ہزار روبل اور ایک مادہ بھیڑ دی جاتی ہے۔ بھیڑ میں ایک ہی خوبی ہوتی ہے کہ یہ مادہ ہوتی ہے اور ادیب زیادہ تر "مادہ" پرست ہوتے ہیں۔ بھیڑ کے چلن سے زیادہ اس کی چال مشہور ہے۔ تیسرے کو ڈیڑھ ہزار روبل اور ایک بکرا دیا جاتا ہے۔ چوتھے کو ایک ہزار روبل اور ایک مرغا ملتا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے بعد آنے والے کو مرغا بنایا جاتا ہو۔ اس تقریب میں پندرہ ہزار لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ مینڈھے، بھیڑ، بکرے اور مرغ کو کون کون سا مزاح نگار ملتا ہے۔ ہمارے مشہور بھانڈ منیر احمد کے پردادا کو رنجیت سنگھ نے خوش ہو کر ہاتھی دے دیا۔ وہ سارا دن ہاتھی کی خوراک اکٹھی کرنے میں

لگا رہتا۔ آخر تنگ آ کر اس نے ڈھول ہاتھی کے گلے میں باندھ کر اسے چھوڑ دیا۔ وہ جب کان ہلاتا تو ڈھول بجتا۔ راجہ نے وجہ پوچھی تو بولا ہم نے اس سے کہا ہے خود ہی کما اور خود ہی کھا۔

○ مسکرا ---- ہٹے

وہاں کے مزاح کی حالت مزاح نگاروں کی حالت سے ہمیشہ بہتر رہی حالانکہ کہتے ہیں جو کمیونسٹ ہنستا ہے وہ کمیونسٹ نہیں رہتا۔ لیکن وہاں کے مزاح نگار ہنستے رہے بیشتر اپنے آپ پر ہنستے رہے۔ ایک مزاح نگار نے کہا "کے جی بی والے پکڑ لیں تو بڑا نقصان ہوتا ہے مگر اس کا ایک فائدہ بھی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اس دن کام نہیں کرنا پڑتا۔" وہاں کا مشہور کامیڈین ایوگینی پیتروسیاں کہتا ہے "مجھے اپنے آئین کی شق 206 پسند نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے مجھے جیل جانا پڑا۔ میں نے گھر کی دیوار پر ایک قابل اعتراض لفظ لکھا جو تین حرفوں پر مشتمل تھا سو مجھے تین سال جیل ہوئی مگر یہ فائدہ ہوا کہ اسے مٹانے کے بہانے میری دیوار پر رنگ کر دیا گیا۔" ایک مزاح نگار لکھتا ہے "ہمارے ہاں جگہ جگہ لکھا ہوتا ہے یہ مت کرو وہ مت کرو۔ اس لئے جب میری شادی ہوئی تو میں نے بستر عروسی پر جاتے وقت ادھر ادھر اچھی طرح دیکھ لیا کہ کہیں یہ تو نہیں لکھا۔"

○ ہاہو ہو، ہاہا

ایک صاحب نے پوچھا "آپ نے وہاں کی موسیقی سنی؟" ہم نے کہا "ہاں ہم نے لڑکیوں کو ہنستے سنا۔" اب تو جدید تحقیق بتا رہی ہے کہ موسیقی کی Notes کی طرح ہنسی کی بھی نوٹس ہوتی ہیں جیسے سا، رے، گا، ما، پا اسی طرح ہا ہی ہو ہاہا کی بھی نوٹس ہیں۔

البتہ قہقہہ سننا ایسے ہی ہے جیسے پاپ میوزک سننا۔ جیسے غم میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ یہ بولتا نہیں ایسے ہی پاپ میوزک میں یہ خوبی ہے کہ اس کی آواز کے ہوتے ہوئے آپ کو ارد گرد کی ٹریفک یا لاؤڈ سپیکروں کا شور ڈسٹرب نہیں کرتا۔ زندگی جتنی مشکل ہوتی ہے اس میں اتنے ہی زیادہ لطیفے ہوتے ہیں۔ لطیفوں کے مصنف عوام ہوتے ہیں۔ کامیڈین تو وہ ہوتا ہے جو پرانے لطیفے تخلیق کرتا ہے۔ لطیفہ زندگی کا عکس ہوتا ہے تمام اصناف زمانہ زندگی کے آگے ہاتھ کھڑے کر دیتی ہیں مگر مزاح نہیں کرتا۔ قوم کا ہیومر قوم کا ہیرو ہوتا ہے۔ کھلے معاشرے میں جرنلزم ترقی کرتا ہے اور پابندی اور گھٹن کی فضا میں ادب اور مزاح۔

○ Not a Laughing Matter

1991ء سے پہلے ہم روس کو ان لطیفوں کے حوالے سے جانتے تھے جو امریکہ نے اس کے بارے میں مشہور کر رکھے تھے۔ کہتے ہیں ان میں ایک دو ہی لطیفے تھے باقی سچے واقعات تھے۔ لطیفے ہمیشہ ڈکٹیٹروں کے دور میں پروان چڑھتے ہیں، اسی لئے آج بھی ضیاء الحق دور کے کئی لطیفے اونچی پوسٹوں پر فائز ہیں۔ لیکن آپ پوچھیں گے پھر امرتسر میں اتنے لطیفے کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ حالانکہ اس کی وجہ وہاں محکمہ منصوبہ بندی کا موثر نہ ہونا ہے۔ روس نے ثابت کیا کہ آج کے دور میں کسی ملک کی حفاظت اس کے لشکر نہیں کر سکتے۔ اب ملک اپنے لشکروں کی حفاظت کرتے ہیں۔ دنیا کی سپر پاور کو امریکیوں نے چٹکلوں اور لطیفوں سے توڑ دیا کیونکہ روسیوں کے پاس ان لطیفوں کا توڑ نہ تھا۔ اسی کی دہائی کے کچھ مشہور لطیفے درج ہیں۔

مالو توف بھاگم بھاگ سٹالن کے پاس گیا' "کامریڈ ابھی ابھی تصدیق ہوئی ہے کہ آدم و حوا روسی تھے۔" "کوئی ٹھوس ثبوت؟ ورنہ وائس آف امریکہ اسے روسی پراپیگنڈا سمجھے

گا۔" سٹالن نے پوچھا۔ مالوتوف نے جواب دیا "کامریڈان کے پاس پہننے کو کپڑے نہ تھے' وہ صرف سیب کھاتے تھے' رہنے کو ذاتی گھر نہیں تھا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ جنت میں رہتے ہیں۔ اس سے بڑا ثبوت کیا ہو گا ان کے روسی ہونے کا۔"

سٹالن نے ماسکو کا چکر لگایا کہ میرے بعد یہ تو بہت آزاد ہو گئے ہیں۔ اگر ایسا رہا تو کمیونزم کو خطرہ ہے۔ یہاں دوبارہ ڈسپلن قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ کریملن گیا تو پولیٹیکل بیورو کے ممبر ان نے سٹالن کو اٹھ کر جگہ دی۔ سٹالن نے اپنا مخصوص پینے والا پائپ نکالا اور بولا "پہلے ہمیں صوبائی نمائندوں کو مار دینا چاہیے اور پھر موزولیئم "جہاں لینن کی ممی ہے) کو سبز رنگ کرنا چاہیے؟" ایک سر کردہ لیڈر کھڑا ہوا اور کہا "کامریڈ سٹالن سبز رنگ کیوں؟" سٹالن نے کہا "مجھے پتہ تھا پہلے حصے پر کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

برژنیف ایک دن ریڈ سکوائر میں سیر کر رہا تھا۔ اس کا جی چاہا سورج کو سلام کروں۔ اس نے سلام کیا تو سورج نے جواب دیا "آپ کی عنایت ہے' کامریڈ" برژنیف بہت حیران ہوا کریملن جا کر اس نے اپنے پولیٹیکل بیورو کے ممبران کو بتایا وہ سارا دن اس پر بحث کرتے رہے اور شام کو یہ حیرت انگیز منظر دوبارہ دیکھنے ریڈ سکوائر پہنچے۔ برژنیف نے اسی جگہ پر ہیٹ اتار کر سورج کو سلام کیا۔ تو سورج نے جواباً کہا۔ "بڈھے کوئی عقل کا کام بھی کر لیا کر۔" برژنیف بڑا حیران ہوا اس نے پوچھا "اب تم ایسے کیوں بول رہے ہو تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" سورج نے کہا "اب میں مغرب میں ہوں جو جی چاہے بول سکتا ہوں۔"

چرنینکو جب فوت ہوا تو دوسری دنیا کے دروازے کے پاس برژنیف کھڑا انتظار کر رہا تھا۔ چرنینکو نے پوچھا آپ کا حال کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا "میں دوزخ میں ہوں۔" چرنینکو نے پوچھا "دوزخ کیسا لگا؟" برژنیف نے کہا دو دوزخ ہیں۔ ایک سوشلسٹ دوزخ' دوسرا ڈیمو کریٹک دوزخ۔ البتہ میں سوشلسٹ دوزخ میں ہوں' اس لئے کہ سوشلسٹ دوزخ زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ یہاں کے جلادوں اور سزا دینے والوں نے پی رکھی ہوتی ہے۔ کام پر آتے ہی نہیں' آئیں بھی تو ان کے سزا دینے والے ہتھیار اور اوزار صحیح کام نہیں کرتے۔

لڑکے نے سکول سے آ کر باپ سے کہا مجھے ایک روبل دیں۔ ہم سکول والے افریقی ممالک کے بھوکوں کے لئے پیسے اکٹھے کر رہے ہیں۔ باپ نے اخبار پڑھ کر بتایا بیٹا وہاں بھوکے نہیں ہیں۔ اگلے دن لڑکے نے پھر سکول سے آ کر کہا افریقی ممالک کے لئے پیسہ چاہیے۔ وہاں قحط سالی ہے ان کی مدد کے لئے روبل دے دیں۔ باپ نے اخبار پڑھ کر کہا "بیٹا افریقہ کے ممالک میں قحط سالی نہیں ہو گی۔" تیسرے دن بیٹے نے آ کر کہا "ابا مجھے افریقی ممالک کی کمیونسٹ پارٹی کی مدد کے لئے ایک روبل چاہیے۔" تو باپ نے جیب سے تین روبل نکال کر دیئے اور کہا "اگر وہاں کمیونسٹ پارٹی ہے تو پھر وہاں بھوکے بھی ہوں اور قحط سالی بھی۔"

○ "نان" سینس

ہم نے دادا خان نوری سے پوچھا تاشقند کی آج کل مشہور چیز کیا ہے؟ بولے "آج کل میں بھی تاشقند میں ہی رہتا ہوں' ہاں البتہ یہاں چالیس قسم کے نان ملتے ہیں" ہم ان کی "نان" سینس پر خوش ہوئے۔ حمید غلام کے ڈرامے "آبادیات" میں ایک ڈائیلاگ ہے کہ دنیا میں دو چیزیں مقدس ہیں نان اور چراغ۔ ایک اندر روشنی کرتا ہے دوسرا باہر۔ وہاں جو نان ملتے ہیں ان میں شیریں نان' مہمان نان' سو تلی نان' آبی نان' سادہ نان' روغنی نان' آئی لا نان' گیژدہ نان' شیر مائی نان' پختہ نان' پیا زلی نان' خواجہ نان' طوئی نان مشہور ہیں۔ ہمیں تو نان سینس بھی نانوں کی ایک قسم لگا۔ البتہ دادا خان نے بتایا فرغانہ میں ڈیڑھ میٹر لمبی چھپکلیاں ملتی ہیں۔ وہ ان کی لمبائی یوں بتا رہے تھے

کہ ہم نے پوچھا "آپ اتنی چھپکلیوں کا کیا کرتے ہیں؟" کہا "ان کی لمبائی ماپتے ہیں۔" ازبک وقت کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ گھنٹوں کھڑے وقت کی قدر کر رہے ہوتے ہیں۔

روسی مزاح نگار میخائل ذاولیننستیکی کہتا ہے "جب ماسکو میں ایک گھنٹہ وقت تبدیل کیا گیا تو کیف والوں نے کہا "ہم سے مشورہ نہیں کیا گیا۔ سو ہم پرانے وقت پر ہی قائم رہیں گے۔" سو لاکھوں لوگ ریلوے سٹیشنوں اور ایئر پورٹوں پر لائن میں ماسکو کے وقت کے حساب سے کھڑے ہوتے اور کیف کے وقت کے حساب سے روانہ ہوتے۔

○ تاکستان

تاشقند میں ہر پھل ملتا ہے یہاں تک کہ صبر کا پھل بھی مل جاتا ہے۔ مگر آم نہیں ملتے۔ آم میٹھے ہوں اور عام ہوں یہ تو عام بندہ بھی چاہتا ہے۔ علی سردار جعفری نے ایک بار کہا تھا "روس میں سب کچھ ملتا ہے مگر چوسنے کے لئے آم نہیں ملتے۔" تو مجاز نے کہا "کیا ہوا وہاں آم نہیں ملتے عوام تو ملتے ہیں۔" وہاں ہر گھر پھلدار درختوں سے باغ باغ ہوتا ہے۔ لگتا ہے گھروں میں درخت اگائے نہیں گئے درختوں میں گھر اگائے گئے ہیں۔ جو فلیٹوں میں رہتے ہں وہ سانس لینے کے لئے نیچے آتے رہتے ہیں۔

وہاں خاتون خانہ یہ بات فخر سے بتاتی ہے کہ اس نے کھانے کے لئے جو ڈشین تیار کیں سب گھر کی چیزوں سے کیں۔ بازار سے کھانے کا سامان منگوانا وہاں خاتون خانہ کی بے عزتی کرنا ہے۔ گھر میں انگور اور اس کی بیٹی کی حکومت ہے۔ وہ اسے تاک کہتے ہیں۔ وہاں جا کر لگتا ہے بندہ پاکستان سے تاکستان میں آ گیا۔ وہ کہتے ہیں نوجوان لڑکی بیل کی طرح ہوتی ہے یعنی جو درخت قریب ہوا اس پر چڑھ جاتی ہے۔ ہر گھر میں خاتون خانہ کی پسند کے درخت ہوتے ہیں۔ ایک ایسی خاتون نے نرسری جا کر کہا "میں ایسا کچھ چاہتی ہوں جو زیادہ نہ پھیلے' مگر سایہ دار ہو' اس سے پتے بھی نہ گرتے رہیں بلکہ پتے کبھی نہ گریں اور سردیوں میں مجھے سورج بھی نظر آئے۔" نرسری کے

ملازم نے کہا۔ "محترمہ آپ کو پودا نہیں چھتری چاہیے۔"

○ جوؤں کا بازار

مشتاق یوسفی تو جینز کو جوؤں کی نرسری کہتے ہیں۔ تاشقند میں ان کا بازار ہے جسے بیت بازار کہتے ہیں۔ اس میں کوئی چیز فرسٹ ہینڈ نہیں ہوتی۔ دکانوں پر سیلز گرلز دیکھ کر ہمیں اس کا یقین بھی آ گیا۔ ایک دکان پر کچھ نئی چیزیں نظر آئیں جو اس دکان سے پرانی چیزیں خرید رہی تھیں۔ یہ بازار ہمیں بے زار لگا۔ ہم تو انٹیک بھی وہ خریدتے ہیں جو نئی ہو۔ یہاں ازبکوں کے رنگ اور روسیوں کے ڈھنگ دیکھنے والے ہوتے ہیں۔

کہتے ہیں سٹالن کا کوٹ بڑا تاریخی تھا۔ اس نے 25 سال ایک اوور کوٹ میں گزارے۔ اسی کو پہنتا اور اسی کو اوڑھ کر سو رہتا اس زمانے میں نیا اوور کوٹ پہننا کمیونزم کی خلاف ورزی کرنا تھا۔ بیت بازار میں سیلز گرل ایک لباس دکھا رہی تھی کہ اسے پہن کر بچی بھی چالیس سال کی لگنے لگتی ہے۔ ہم نے کہا اس لباس کو تو کوئی عورت نہ خریدتی ہو گی۔ بولی "ساٹھ سال کی عورتیں اسے بڑے شوق سے خریدتی ہیں۔"

○ من بھاتا خواجہ

ملا نصر الدین ان کا من بھاتا خواجہ ہے۔ کہتے ہیں یہ ترکی سے وسط ایشیا میں آیا' اسی لئے ہر بات کا جواب ترکی بہ ترکی دیتا۔ ملا نے دنیا کا ہر پیشہ اختیار کیا سوائے دنیا کے پہلے پیشے کے۔ کہتے ہیں خواجہ نے ایک بار کنجوس مہا جن جعفر کی جان بچائی تو اس نے اپنی جان بچانے کا اسے آدھا تنکہ دیا تو ملا نے یہ کہہ کر بخوشی قبول کر لیا کہ مجھے یہ لیتے ہوئے اس لئے برا نہیں لگ رہا کیونکہ تمہاری زندگی کی قیمت اس سے زیادہ نہیں۔ ملا نصر الدین کا گدھا خر ایشاء ہے۔ ازبک خوش مزاج قوم ہے۔ وہ کہتے ہیں

خوش مزاج بچھڑا دو ماؤں کا دودھ پیتا ہے۔ ملا نصر الدین کے لطیفے کیمونزم کے دور میں بھی حالات پر بڑا طنز ہوتے۔ ایک بار ملا نصر الدین نے ایک قیدی سے پوچھا تمہیں کتنی سزا ملی؟ کہا "مجھے پانچ سال کی سزا ملی ہے پر میں نے کوئی جرم نہیں کیا؟" ملا نصر الدین نے کہا "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے کوئی جرم نہ کیا ہوتا تو میری طرح دس سال سزا ہوتی۔"

○ خردادا خان نوری

ملا نصر الدین کے گدھے کے بعد خان نوری کا گدھا مشہور ہے۔ کہنے لگے میں اپنی کار کو گدھا کہتا ہوں۔ واقعی جب وہ کار پر بیٹھتے تو یہی لگتا ہے۔ ان کی کار میں ہمیں بڑی اپنائیت نظر آئی۔ اس میں مٹی کی تہ جمی دیکھ کر ہم دادا خان کے تہہ دل سے مشکور ہوتے کہ کار میں بیٹھتے ہی ہمیں لگتا ہم کار کے اندر نہیں اپنے ملک کے اندر ہیں۔ جب الیکسائی آئی سلافوسکائی کو ڈرامہ نگاری اور ناول نگاری کا ایک بین الاقوامی ایوارڈ ملا تو وہ حیران ہو گیا کہ اتنی رقم ملے گی جس سے مرسڈیز کار خریدی جا سکتی تھی۔ پھر اس نے محسوس کیا کہ اک ہجوم تیزی سے اس کی طرف آئے گا اور چھین لے جائے گا۔ سو اس نے اپنے پرانے سائیکل کا نام مرسڈیز رکھ کر کام چلالیا۔ دادا خان کی کار میں یہی خرابی ہے کہ یہ اس وقت اسٹارٹ ہو جاتی ہے جب آپ کو ڈیوٹی سے آنا ہوتا ہے۔ سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے وہاں صرف زبان ہی چل سکتی ہے۔ لیکن دادا خان ایسی ڈرائیونگ کرتے کہ لگتا ہے جہاز بائی روڈ جا رہا ہے اور آتے ہوئے لگتا کار بائی ایئر آ رہی ہے۔ ویسے وہ جس عمر میں دادا کہلوا رہے ہیں اس سے اندازہ لگالیں کہ وہ کتنے تیز رفتار ہیں۔ اس تیز رفتاری کے بارے میں باب ہوپ نے کہا ہے "ہم اتنا تیز سفر کر رہے تھے کہ جب ہم سپوکین سے رخصت ہوئے تو ہمارے پاس دو خرگوش تھے اور جب ہم کوپیکا میں اترے تو ابھی تک ہمارے پاس دو خرگوش

ڈاکٹر محمد یونس بٹ　　خندہ پیش آنیاں　　© Urdu4U.com

ہی تھے۔"

○ واچا

حکومت نے پہاڑوں پر ادیبوں کے لئے گھر بنوائے ہیں' جنہیں واچا کہتے ہیں۔ یہ ایسی جگہ پر ہیں جہاں ذہن میں برا خیال آ ہی نہیں سکتا۔ اور ایسی جگہ پر ادب کیا تو جا سکتا ہے ادب تخلیق نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں ہمیں کوئی غیر شریفانہ چہرہ نظر نہ آیا جس کی دو وجوہ تھیں ایک تو یہ کہ ہم وہاں سے باہر ہی نہ نکلے اور دوسری یہ کہ ہم جس کمرے میں تھے وہاں شیشہ نہ تھا۔ دادا خان' ساتھ کے واچے والی افسانہ نگار خاتون سے مانگ لائے مگر شیشہ ایسا تھا کہ اس میں بندے کو اپنا چہرہ دیکھنے کے لئے آنکھوں سے زیادہ اچھی یادداشت چاہیے تھی۔

وہاں درخت پھلوں سے لدے ہوئے نہ لگتے بلکہ لگتا پھل ان پر لادے ہوئے ہیں۔ اس قدر خاموشی کہ وہاں خاموشی تک صاف سنائی دیتی۔ دادا خان یہاں آ کر پلاؤ پکانے میں جت گئے۔ پہلے ادیب دیکھے جو خیالی پلاؤ کے علاوہ بھی کچھ پکا سکتے تھے۔ ویسے بندے کو ہر وقت ادیب نہیں رہنا چاہیے۔ تھوڑی دیر کے لئے انسان بھی بن جانا چاہیے۔ واچے میں ہمیں گھوڑے بت نظر آئے پوچھا "ادیبوں کی بستی کے ساتھ کیا سیاست دانوں کے واچے ہیں؟"

○ دریائے چر چک

اسے دریائے چرچک اس لئے کہتے ہیں کہ پانی چلنے سے اس میں سے چڑیوں کی آوازیں آتی ہیں' یہ دریا پہاڑوں سے پانی' ٹھنڈی ہوا اور موسیقی لے کر تاشقند آتا ہے۔ دادا خان نے پوچھا جب آپ دریائے چرچک پر شملا کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں

تو آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہو گا؟ ہم نے کہا "ہماری انگلیاں۔" دریائے چر چک کے کنارے قصبہ غزل کینٹ واقع ہے۔ سنا ہے یہاں لڑائی بھی ہو تو اس کی فضا مشاعرے کی سی ہوتی ہے۔ غزل کینٹ میں ہمیں ایک بھی غزل نظر نہ آئی۔ ایک آزاد نظم نظر آئی جو وزن سے آزاد تھی اور بحر کے حساب سے پورا بحر تھی۔ یہاں تیز رفتاری کی وجہ سے پولیس نے پکڑ لیا۔ دادا خان کچھ دیر باہر جا کر ان سے باتیں کرتے رہے' تھوڑی دیر بعد واپس آئے سوچا گاڑی کے کاغذات لینے آئے ہوں گے۔ انہوں نے ہمیں اپنی کتاب نکالنے کو کہا۔ ہمیں بمع کتاب پولیس آفیسر کے پاس لے گئے۔ پولیس آفیسر کو پتہ چلا ہم رائٹر ہیں تو اتنی عزت سے پیش آیا کہ اپنے ہاں کوئی اتنی عزت سے پیش نہیں آتا۔ جس کی وجہ شاید یہ ہو کہ یہاں اکثر لوگوں نے ہماری کتابیں پڑھی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد جب بھی پولیس اپنی طرف آتی نظر آتی ہم بیگ سے اپنی کتاب نکالنے لگتے۔ دادا خان نے ہمیں محاورہ سنایا کہ اگر پہاڑ پر نہیں چڑھے گا تو دولانہ (میوہ) نہیں ملے گا اور جان قربان نہیں کرے گا تو جاناناں نہیں ملے گا۔ یہ محاورہ سن کر تو ہمارا کچھ بھی کرنے کو دل نہ چاہا۔ دادا خان تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد گاڑی روک کر کہتے میں اپنی دوست سے مل لوں۔ مگر ہر بار وہ دوست لڑکا ہی نکلا جس سے یہی نکلتا ہے کہ خان کہیں کا بھی ہو خان ہی ہوتا ہے۔

○ کمیونسٹ مویشی

ہم نے وہاں گائے بھینسیں یوں آزاد پھرتی دیکھیں جیسے 1991ء میں انہیں بھی آزادی ملی ہے۔ ان کی ہی طرح ازبک بھی حیران پھر رہے تھے کہ ان کے دن کیسے پھر گئے۔ اس سے پہلے جانوروں کو کولیکٹیو فارمز میں رکھا جاتا تھا۔ وہاں کام کرنے والے ایک منتظم نے کہا تھا اگر کولیکٹو فارم انچارج کہے تو ہم سب گایوں کو دوہ دیں گے۔ اگر کمیونسٹ پارٹی کہے گی تو بیل بھی دوہ دیں گے۔ دادا خان نوری نے بتایا کہ اس نے

ڈاکٹر محمد یونس بٹ خندہ پیش آنیاں © Urdu4U.com

آندی جان سے ہمارے لئے بھیڑ کا گوشت منگوایا ہے کیونکہ یہاں تو بھیڑ ذبح کرنا جرم ہے۔ مرغ بھی کم ہی ملتا ہے۔ مرغ پکانے کے ان کے ہاں سو طریقے ہیں ان میں سے ایک طریقہ ایسا بھی ہے جس میں مرغ کو پیدا ہونے سے پہلے پکاتے ہیں۔ ایو گیتی پتروسیاں کہتا ہے "باہر کے ممالک میں جا کر لوگ مجسموں کے ساتھ تصویریں بنواتے ہیں۔ میں نے جرمنی جا کر گوشت کے ساتھ تصویریں بنوائیں۔ سب حیران ہو کر دیکھتے ہیں۔ میں کسی مجسمے یا دیوتا کے ساتھ تصویر کھنچواتا تو کون دیکھتا۔ کوئی دیوتا اٹھ کر میری کمر میں ہاتھ بھی ڈال دیتا پھر بھی اس تصویر کو کوئی پانچ پانچ بار نہ دیکھتا۔ کمیونسٹ پارٹی کی 24 ویں کانفرنس میں برژنیف کو کہا گیا کہ حضور ملک میں گوشت کی کمی کیوں ہے؟ برژنیف نے کہا "ہم کمیونیزم کی طرف اتنی تیزی سے جا رہے ہیں کہ مویشی اتنا تیز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔" خروشیف کے دور میں دیہات میں گدھوں پر ٹیکس عائد کیا گیا۔ ایک گدھے کے دام اس وقت پچاس روبل تھے لیکن ٹیکس ان پر سو روبل فی گدھا لگایا گیا تھا۔ لوگوں نے تنگ آ کر سارے گدھے سڑکوں پر چھوڑ دیئے یوں فی گدھا پچاس روبل بچا لیے کیونکہ لوگ گدھے نہیں تھے۔

○ گھوڑے کا دودھ

داچے سے واپسی پر دادا خان ہمیں ایک مسجد کے افتتاح پر لے گئے جس کی وجہ ہمیں اب تک سمجھ نہیں آئی۔ مسجد کے کلین شیو امام نے پینے کے لئے دودھ دیا تو دادا خان نے ہمیں کہا پیئو یہ گھوڑے کا دودھ ہے۔ ہم نے کہا "پی لیتے اگر گھوڑے کا نہ ہوتا۔" ویسے آپ کمال ہیں جو گھوڑا دوہ لیتے ہیں۔ ہم تو گھوڑی نہیں دوہتے۔ دادا خان کو جو بندہ وقت کا پابند ملے اسے کمیونسٹ طبیعت کہتے ہیں۔ خود بڑی آزاد طبیعت پائی ہے۔ پتہ نہیں گھڑی کیوں باندھتے ہیں۔ کہنے لگے اب ہماری زندگی میں اسلامی طریقے آ رہے ہیں۔ اب ہم پلاؤ دائیں ہاتھ سے کھاتے ہیں۔ پوچھا "پہلے کس سے کھاتے تھے؟"

کہا "چیچ سے۔" بندے کو کامیابی ملتی ہے صحیح فیصلہ کرنے پر اور صحیح فیصلہ بندہ تب کرتا ہے جب اسے تجربہ ہو اور تجربہ بندے کو غلط فیصلے کر کے ہی حاصل ہوتا ہے۔ بہرحال ہمارا تجربہ حاصل کرنے کا موڈ نہ تھا۔ دادا خان نے پھر کہا "گھوڑی کا دودھ پینے سے عقل آ جاتی ہے۔" ہم نے کہا "یہ دودھ جب گھوڑی کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اسے عقل کیوں نہیں آتی۔" بہرحال ہمارے ساتھیوں نے اسے پیا ہم انہیں دیکھتے رہے کہ شاید انہیں عقل آ جائے۔ تھوڑی دیر بعد ہی گورا صاحب نے کہا "یار دودھ پی کر حماقت ہی کی۔" ہم نے کہا "واقعی گھوڑی کا دودھ پینے سے عقل آجاتی ہے۔"

○ فلم برداشتہ

ہماری فلموں کی طرح ان کی فلموں میں بھی اتنی لڑائی ہوتی ہے کہ فلم دیکھنے والے اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ ہیرو نے انہیں نہیں مارا۔ وہاں فلمیں سیکسی نہیں ہوتیں دیکھنے والے ہوتے ہیں۔ ایک بار ایسی فلم جس میں ہیروئن ننگی تھی سینما گھر میں چل رہی تھی جس پر حکومت نے پابندی لگا دی کہ یہ فلم بیرون ملک جائے گی تو بڑی شرمندگی ہو گی۔ وہ سمجھیں گے ہمارے ہاں لباس کی قلت ہے۔ وہاں بھی ہیروئن بننے کے لئے بڑی صلاحیتیں چاہئیں۔ صلاحیتیں ہی کیا ہر چیز بڑی چاہیے۔ وہاں بھی کامیاب اداکارہ وہی ہوتی ہے جو ناکام بیوی ہو۔ پتہ نہیں وہ گھر میں اچھی اداکاری کیوں نہیں کر پاتیں۔ وہاں کی ایک مقبول اداکارہ نے بتایا میری دونوں شادیاں ناکام ہو گئیں۔ پہلا خاوند مجھے چھوڑ گیا اور دوسرا خاوند مجھے چھوڑتا نہیں۔ دادا خان نوری ہماری واچا کی سیر کی فلم بنانے کے لئے ایک نوجوان کو ساتھ لایا تھا جس کا نام بہادر تھا۔ ہم جیسے ایسی ہی فلموں میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ واچہ میں ہم بیٹھے تھے پیچھے چیری کے درختوں کی اوٹ سے پرندے چہچہانے کی آواز آ رہی تھی۔ ہم نے بہادر سے پوچھا "یہ آواز اس درخت سے آ رہی ہے۔" بہادر نے کہا "نہیں یہ آواز میرے کان سے آ رہی ہے۔"

○ بل بلانا

ہم تو لوڈ شیڈنگ سے بل بلا اٹھتے ہیں پوچھا "آپ کے ہاں بجلی بند نہیں ہوتی" کہا "نہیں۔" ہم نے کہا "اچھا! آپ کے ہاں واپڈا کا محکمہ نہیں ہے۔" دادا خان نے کہا ہمارے ہاں گاؤں میں بھی لوڈ شیڈنگ نہیں ہوتی جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہماری حکومت اہل دیہات کے مسائل حل کرنا چاہتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ گاؤں میں بجلی ہوتی ہی نہیں۔ انہوں نے کہا "جہاں تک بل کی بات ہے ہمارے ہاں بجلی استعمال کرنے پر بل نہیں آتا۔ اس کے بغیر ہی آتا ہے۔" ایک ادیب نے کہا "پچھلے کئی ماہ سے جتنا بل میرا آ رہا ہے دوسروں کا اس سے آدھا بھی نہیں آتا ہو گا۔ میرے گھر میں کوئی بچہ نہیں۔ ہم دونوں میاں بیوی ہیں سارا دن دفتر میں رہتے ہیں اب آپ بتائیں ہمارا بل اتنا کیسے آ سکتا ہے؟ تو ایک صاحب بولے "یہ آپ کا بل نہیں بجلی کا بل ہے۔"

○ علمائے کرائم

ہمارے ہاں سب سے صحت مند طبقہ مولوی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ مذہب صحت کے لئے بہت مفید ہے۔ مولوی اس لئے صحت مند ہوتے ہیں کہ غیر مرغن غذاؤں اور کم کھانے سے پرہیز کرتے ہیں لیکن دولت مند نہیں ہوتے۔ ہم نے کہا "ہمارے اکثر مولویوں کے پلے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔" اس پر دادا خان بولے "میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کیونکہ آپ کے چند مولویوں کی تقریریں میں نے بھی سنی ہیں۔" مولویوں کو ہم کچھ نہیں کہتے جو کہنا ہوتا ہے وہی کہتے ہیں۔ ایک پادری کہتا ہے "نن

ہونا ایسے ہی ہے جیسے پاپ کارن سے سنگسار ہونا۔" سنا ہے وہاں کے علماء نے پینے کی آزادی دے رکھی ہے۔ ہم جس گھر بھی گئے وہاں دستر خوان پر شراب یوں تھی جیسے ہمارے ہاں پانی ہوتا ہے۔ کچھ امیر گھروں میں دستر خوان پر پانی بھی ملا۔ کہتے ہیں دو پادری عبادت کرتے وقت سگریٹ پئے بغیر نہ رہ سکتے مگر ان کا ضمیر انہیں اس پر کچوکے لگاتا رہتا۔ دونوں نے اس مسئلے کا حل نکالنے کے لئے علیحدہ علیحدہ پوپ کو خط لکھے۔ تین ہفتے بعد جب خط کا جواب آیا تو ایک پادری کو پوپ نے سگریٹ پینے سے منع کر دیا تھا جبکہ دوسرے کو اجازت دے دی تھی۔ انہوں نے اپنے خط نکالے تو ایک پادری نے پوچھا تھا "میں جب عبادت کر رہا ہوں سگریٹ پی سکتا ہوں؟" جواب ملا "نہیں" جبکہ دوسرے نے پوچھا تھا "کہ میں جب سگریٹ پی رہا ہوں عبادت کر سکتا ہوں؟" جواب ملا "ہاں"

○○○

ڈاکٹر محمد یونس بٹ　　خندہ پیش آنیاں　　© Urdu4U.com

• ارال سی۔ سی تھرو ہو گیا

دادا خان نوری بار بار ارال سمندر کا ذکر کرتے ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کونسا سمندر ہے۔ واپچے سے تاشقند جاتے ہوئے انہوں نے ایک نالے کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہ ہمارا فلاں دریا ہے۔" تو ہمیں اندازہ ہوا ارال سمندر کتنا بڑا ہے۔ روسیوں کو پینے کی اتنی عادت ہے کہ وہ ازبکیوں کا سمندر پی گئے۔ ارال قزاقستان اور ازبکستان کے نقشے پر یوں لرز رہا ہے جیسے خشک گالوں پر آنسو۔ ارال سی کا اب یہ حال ہے کہ جہاں کبھی بحری جہاز چلتے تھے اب وہاں جیپیں چلتی ہیں۔ چاول اور کپاس زیادہ اگانے کے لئے وہاں سے دو دریا نکالے گئے جو ارال کو ڈیک لگا کر پی گئے۔ اب تو وہاں چاول کا ایک دانہ ایک گلاس پانی کے برابر ہے۔ ازبک سمجھتے ہیں ان کے ہاں موسم میں جو تبدیلیاں آ رہی ہیں وہ ارال سمندر کے خشک ہونے کی وجہ سے ہیں۔ ایک روسی بتا رہا تھا ارال خشک ہونے کی وجہ سے ہمارے ماحول پر عجیب اثرات مرتب ہو رہے ہیں جیسے میری شادی کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو گیا ورنہ جب سمندر 1/3 خشک نہیں تھا بچے نو ماہ بعد پیدا ہوتے تھے۔ کہتے ہیں ایک روسی کی شادی کے تین ماہ بعد بچہ پیدا ہو گیا تو اس نے بیوی سے اس کی انکوائری بعد میں کی پہلے یہ انکوائری کر لی کہ ارال سمندر میں پانی کتنا کم ہو گیا ہے؟

○ افریقہ کی برف

ارال کے خشک ہونے سے ماحولیاتی آلودگی بڑھ رہی ہے۔ آلودگی کی وجہ سے سائبیریا کے صنعتی علاقوں میں ایسی برف پڑتی ہے کہ اس کا رنگ دیکھ کر لگتا ہے یہ افریقہ کی برف ہے۔ ہم نے احتیاطاً پوچھ لیا وہاں دودھ کا رنگ کونسا ہوتا ہے؟ وہاں بندہ چل کر

بھی آئے تو اس کی سانس کی رفتار سے لگے گا وہ سو میٹر کی دوڑ میں حصہ لے کر آیا ہے 1965ء تک متحدہ روس میں اوسط عمر 66 سال تھی جو اب کم ہو کر 61 سال ہو گئی ہے۔ روس جلد ان ممالک میں آ جائے گا جہاں آپ کو کوئی بوڑھا نہیں ملے گا۔ ہمارے ہاں بھی ماحولیاتی آلودگی کے خلاف احتجاج اکثر ہوتے ہیں۔ شرکاء ٹائر جلا کر احتجاج کرتے ہیں۔ روسی ریاست لیتھوینیا کے باشندے گھروں کو کیروسین آئل سے گرم رکھتے ہیں اور یہ تیل وہ بارشوں کے پانیوں سے یوں اکٹھا کرتے ہیں جیسے دودھ سے بالائی۔ یہ زیر زمین سٹوریج ٹینکوں سے رس کر آتا ہے۔ آذر بائیجان جسے ہم پہلے آذر بھائی جان لکھتے تھے لیکن وہاں کی لڑکیوں کی تصویر دیکھ کر آذر "بائی" جان لکھنے لگے ہیں۔ وہاں آگ لگنا اس قدر عام ہے کہ عورتیں دو وقت کھانا پکانے کے لئے ماچس استعمال نہیں کرتیں اتنی بار تو محلے میں خود ہی آگ لگ جاتی ہے۔

○ ڈر۔ آمہ

ہمارے ہاں ڈرامے میں یہی ڈر رہتا ہے کہ کہانی ہوئی تو چلے گا نہیں۔ ہم نے ازبکستان کے ایک ڈرامہ نگار سے پوچھا "آپ ڈرامہ لکھنے میں کتنی دیر لگاتے ہیں؟" تو وہ یہ بتانے کے لئے واڈکا کی بوتلیں گننے لگا۔ وہاں ہر منہ سے شراب کی بو آتی ہے جس سے نہ آئے اس کا پولیس والے منہ سونگھتے ہیں۔ ڈاکٹر تاش مرزا ہمیں عبداللہ قہار تھیٹر میں ڈرامہ "تابوت سے آواز" دکھانے لے گئے جو اتفاق سے عبداللہ قہار ہی کا لکھا ہوا تھا۔ ٹکٹ اتنے ہی کم تھے جتنے دیکھنے والے۔ ہم نے بتایا کہ ہم نے بھی سٹیج ڈرامہ "بوائز ہوسٹل کمرہ نمبر 302" لکھا اور ٹکٹ داخلہ چھہتر روپے تھا کہا "اس سے تو کم پیسوں میں ہمارے ہاں گرلز ہوسٹل جا سکتے ہیں۔" ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ان کے ڈراموں میں بھی نوکر ہی بادشاہ ہے۔ ڈرامے میں ملا کا کردار وہی تھا جو ہماری فلموں میں اسلم پرویز کا ہوا کرتا تھا۔ ڈرامے میںں اس ملا کو محلہ چھوڑنا پڑتا ہے تو ہمسائی

اداس ہو جاتی ہے۔ ملا اسے تسلی دیتا ہے کہ پریشان نہ ہو میری جگہ کوئی اچھا ملا آ جائے گا۔" تو وہ کہتی ہے "اسی لئے تو پریشان ہوں۔"

○○○

• **بہوؤں کی بغاوت**

بہو مستقبل کی ساس کو کہتے ہیں گویا ڈرامہ مستقبل کی ساسوں کی ماضی کی ساسوں کے خلاف بغاوت پر مبنی تھا۔ ساس ایسی نظر آتی ہے کہ ایک بندے نے کہا "ایک مرتبہ ایک آنسو میری ساس کی آنکھ سے نکلا' گال تک پہنچا اور چہرے کو ایک نظر دیکھتے ہی آنکھ کی طرف واپس دوڑ پڑا۔" ساس بہو کا جھگڑا وہاں نہیں ہوتا جہاں ساس بہو نہیں ہوتی۔ البتہ ازبکستان میں خاوند بیویوں کو نہیں مارتے جوتا یا ڈنڈا تو کیا وہ بیوی کو آنکھ تک نہیں مارتے۔ ایک نسل کا دوسری نسل سے اختلاف تو ہمیشہ سے رہا ہے۔ ایک مزاح نگار کہتا ہے "جب کہیں جا کر میں اس عمر کا ہوا کہ اپنے باپ کی بات سے متفق ہو سکوں تب تک میرا بیٹا اتنا بڑا ہو چکا تھا کہ میری اس بات سے اختلاف کر سکے۔" ہماری ملاقات عبداللہ قہار تھیٹر میں مزاح نگار عوامی ادیب سعید احمد سے ہوئی وہ ڈرامہ تابوت سے آواز کے دوران پچھلی سیٹوں پر سو رہے تھے۔ ہمیں تو یہ اس ڈرامے پر تبصرہ ہی لگا۔ ہم نے سعید احمد صاحب سے پوچھا "آپ کس کے لئے لکھتے ہیں؟" بولے "سنجیدہ پڑھنے والوں کے لئے" غیر سنجیدہ لوگوں کے لئے تو ہمارے ہاں اداریئے لکھے جاتے ہیں۔ سعید احمد نے ایک بار ایک پبلشر کے بارے میں کہہ دیا کہ وہ مر چکا ہے۔ اس پبلشر کو پتہ چلا تو اس نے سعید احمد سے شکوہ کیا کہ میں زندہ ہوں اور آپ نے میرے مرنے کی خبر دے دی ہے۔ اس پر سعید احمد صاحب نے کہا "آپ نے خود ہی کہا تھا اگر میں زندہ رہا تو آپ کا ناول تین سال تک چھاپ دوں گا۔ ناول تین سال تک نہ چھپا تو میں سمجھا آپ یقیناً مر گئے ہوں گے۔"

○ غنچہ کا غنچہ

ڈاکٹر محمد یونس بٹ　　خندہ پیش آنیاں　　© Urdu4U.com

تاشقند کے سنیما غنچہ میں ہندوستانی فلمیں دکھائی جاتی ہیں جسے دیکھ کر وہاں کی لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ ہندوستان مرد سارا دن محبت ہی کرتے رہتے ہیں۔ پاکستانی اور ہندوستانی فلموں کے مردوں سے زیادہ دنیا میں کوئی با وفا نہیں ہوتا' اس لئے وہ ان کو پسند کرتی ہیں۔ ہمیں دن میں کئی کئی بار اس کا یقین دلایا جاتا۔ پھر افغانیوں نے بیرون ملک پاکستان کی بڑی عزت بنائی ہے۔ افغانی ایسے کام کرتے ہیں کہ اب باہر کے لوگ پاکستانیوں کو اچھا سمجھنے لگے ہیں۔ ہم نے بتایا کہ ہمارے ہاں مرد ہر وقت محبت نہیں کرتے رہتے' آخر انہیں اپنے گھر بھی جانا ہوتا ہے۔ ایسی بیویاں بھی ہیں جو شادی کے بعد بھی محبوبہ رہتی ہیں بشرطیکہ خاوند کو پتہ نہ چلے۔ ہمارے ہاں شادی شدہ آدمی کی دو خواہشیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس کا اپنا گھر ہو اور دوسرا اپنی گاڑی ہو جس پر بیٹھ کر وہ گھر سے دور جا سکے۔ وہاں کی لڑکیاں محبوب کو خدا سمجھتی ہیں۔ ہمارے ہاں نہیں سمجھتیں کیونکہ خدا تو سب کا ہوتا ہے لیکن محبوب تو صرف آپ کا ہوتا ہے۔ میاں بیوی دنیا کے ہر خطے میں میاں بیوی ہی ہوتے ہیں۔ وہاں ایک بیوی لڑ رہی تھی کہ تم میری ہر بات پر اختلاف کرتے ہو۔ پانچ سالوں میں ایک بار بھی تم نے مجھ سے کسی بات پر اتفاق نہیں کیا۔ خاوند بولا "تم غلط کہہ رہی ہو ہماری شادی کو پانچ سال نہیں ہوئے۔" بہرحال ہم نے ان کو بتایا کہ پاکستان میں گھروں میں بڑے بڑے فیصلے مرد کرتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بیویاں۔ جیسے مرد یہ فیصلہ کرتا ہے کہ خلیج کی جنگ میں امریکہ کے عزائم کیا تھے؟ روس کیوں ٹوٹا؟ گلیوں میں جرائم میں اضافہ یا بجٹ میں خسارہ اور عورتیں چھوٹی چھوٹی باتوں کا فیصلہ کرتی ہیں جیسے گھر' کار یا کپڑے کیسے خریدنے ہیں۔ رات کو کیا پکانا ہے وغیرہ وغیرہ۔

○ ری گال گرل

وہاں اب ہر طرف آزادی ہی آزادی ہے۔ سیکس سے بچنے کی اب ایک ہی صورت رہ گئی ہے وہ ہے بندہ شادی کر لے۔ اب وہاں یہ حالات ہیں ایک رہنما نے کہا "عورتیں میرے دائیں بیٹھیں اور مرد بائیں۔" اس نے ہر گھر کے سربراہ سے کہا وہ سامنے آئے اور چندہ دے۔ تمام مرد اٹھے لیکن مزے کی بات یہ تھی کہ زیادہ تر مردوں کو رقم لینے کے لئے اپنی بیویوں کے پاس جانا پڑا۔ کسی دوسرے ملک کی زبان جلد سیکھنے کا یہ طریقہ ہے کہ اس ملک کی لڑکی سے دوستی کر لو۔ البتہ عورت کے لئے ایسا نہیں کہا گیا۔ کہتے ہیں ایک انگریز لڑکی روسی سیکھنے آئی اس نے روسی لڑکے سے دوستی کر لی اور ایک ہی ماہ میں لڑکا فر فر انگریزی بولنے لگا۔ ہوٹلوں کے باہر کالجوں کی لڑکیاں کال کی منتظر ہوتی ہیں یا ری کال کر رہی ہوتی ہیں۔ میں اور گورا صاحب تو ران ہوٹل کے سامنے پارک کے غنودہ راستے پر چل رہے تھے۔ گورا صاحب نے کہا تھا یہاں قابل اعتراض حرکتیں ہوتی ہیں۔ ہمارے یوں دیکھنے کے علاوہ وہاں کوئی قابل اعتراض حرکت نظر نہ آئی۔ واپس آنے لگے تو حرکت ہوئی مگر جھاڑیوں میں۔ ہم نے سوچا جوڑا ہو گا۔ باہر نکلا تو واقعی جوڑا تھا ایک کتا کتیا کے ساتھ جھاڑیوں سے نکلا۔ کتے کا منہ اتنا بڑا تھا کہ اس کا پورا جسم اس کے اپنے منہ میں آ سکتا تھا۔ کتا کتنا ہی کتا کیوں نہ ہو پھر بھی اس کی کوئی تو خوبی ہے کہ انسان اس کا وفادار ساتھی ہے۔ وہ کتا بھونکنے لگا۔ وہ پانچ منٹ بھونکا ہمیں دس منٹ سنائی دیا۔ کتے سے تو کتے ڈرتے ہیں۔ گورا صاحب نے ہمیں ڈراتے ہوئے کہا "کاٹنے والے کتوں سے بچنا چاہیے۔" ہم نے کہا "مگر مسئلہ یہ ہے کہ یہ کیسے پتہ چلے گا یہ کاٹنے والا کتا ہے۔" کہا "جونہی وہ کاٹے گا فوراً پتہ چل جائے گا۔"

اگرچہ وہاں تمام عورتیں روسیوں کی طرح ہیں۔ اگر آپ وہی کریں جو وہ چاہتی ہیں تو وہ آپ کو عقلمند اور امن پسند کہیں گی۔ جونہی آپ نے ان کے ساتھ عقل کی بات کی وہ کہیں گی آپ ذاتی معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں۔ ازبکستان کو آزاد ہوئے عرصہ ہو گیا لیکن ہوٹلوں اور دفتروں میں زیادہ تر روسی ہی کام کرتے نظر آتے ہیں

ڈاکٹر محمد یونس بٹ — خندہ پیش آنیاں
© Urdu4U.com

حالانکہ ازبک انہیں اس نظر سے دیکھتے ہیں جس نظر سے پہلے روسی انہیں دیکھتے تھے۔ 1980ء کے دور کا لطیفہ اب بھی تازہ ہی لگتا ہے۔ ایک جاپانی، روسی اور ازبک سفر کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو چیلنج کیا کہ ان کی قوم کے پاس جو کچھ کثرت میں ہے وہ ضائع کر دیتے ہیں۔ جاپانی نے اعلان کیا کہ اس کے ملک میں وڈیو کیمرے بہت ہیں لہٰذا اس نے اپنا کیمرہ کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ روسی نے کہا "اس کے ہاں واڈکا شراب بہت ہے اس نے واڈکا کی بوتل باہر پھینک دی۔" ازبک نے کچھ نہ کہا اور چند لمحے سوچنے کے بعد روسی کو اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

○ نگار خانہ

نگار مرزا ڈاکٹر تاش مرزا کی اردو دان بیٹی ہیں۔ ہم نے ان سے وہاں کے طنز و مزاح کے رسالے مشتم کے کئی سالوں کے پرچے پڑھے اتنا اچھا پڑھاتیں کہ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ہمیں ازبک زبان نہیں آتی۔ نگار مشتم کے صفحے پر نظر ڈالے رکھتی اور ہم اس کا چہرہ دیکھتے رہتے۔ جونہی وہ کھلکھلا کر ہنس پڑتی ہمیں پتہ چل جاتا اس کی نظر کسی لطیفے پر پڑ گئی ہے لیکن ہم اسے اصول نہ بنا سکے کیونکہ کئی بار ہم پر نظر پڑنے پر بھی وہ ہنس پڑی۔ نگار نے پوچھا "اب تک کیا دیکھا ہے؟" ہم نے کہا "اب تک وہی دیکھا ہے جو سامنے آیا ہے۔" ہمارے ہاں گھر کا کام وہ ہوتا ہے جو ہماری عورتیں فون کالز کے درمیان کرتی ہیں۔ وہاں خواتین اتنا کام کرتی ہیں کہ جس دن کام کم ہو تھک جاتی ہیں۔ ہم نے کہا "روس سے ہمارا مزاحی رشتہ ہے اور ازبکستان سے مزاجی۔" نگار نے تعلیم کے ساتھ ہماری تربیت بھی شروع کر دی۔ کہا "کسی سے بات نہ کرنا ورنہ اس کو پتہ چل جائے گا۔ نگار نے کہا "گم بھی ہو گئے تو پتہ اس سے پوچھنا جو شکل سے بہتر لگے۔" سو ہم پہلے کوئی بہتر شکل والا ڈھونڈتے پھر راستہ بھولتے۔

○ ایو گینی پتر و سیان

ایو گینی پتر و سیان ٹی وی پر شو کرتا ہے۔ جس میں وہ ممتاز مزاح نگاروں کی تحریروں کے ٹکڑے سناتا ہے۔ مزاح کا یہ روسی پروگرام نگار نے ہمیں دکھایا اور ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ بھی کرتی رہی اس شو کی چند جھلکیاں:

س: Mistress کسے کہتے ہیں؟
ج: Mister اور Mattress کے درمیان ہوتی ہے

دنیا کے سب سے بڑے تین سوال:
1۔ کیا آپ سوئے ہوئے ہیں؟
2۔ آپ کب بڑے ہوں گے؟
3۔ آپ میں حس مزاح نہیں ہے؟

س: پچھلے سال یوم مئی پر ماسکو کے ریڈ سکوائر میں جو ملٹری پریڈ ہوئی اسے 400 اکاؤنٹسٹ کیوں لیڈ کر رہے تھے۔
ج: اس لئے کہ سوویت یونین کی سب سے تباہ کن فورس یہی ہے۔

حکومت عوام سے ہر چیز خفیہ رکھتی ہے۔ سکول کے بچوں کو ایسی تربیت دی جاتی ہے جس کے نتیجے میں وہ اچھے ماہر بن سکیں۔ مگر اکثر یہ بات خفیہ رکھی جاتی ہے کہ وہ کن چیزوں کے ماہر بنتے ہیں۔

"باس نے میری سپیڈ سے خوش ہو کر میری نوکری پکی کر دی۔
"سپیڈ..... ٹائپنگ سپیڈ؟"

ڈاکٹر محمد یونس بٹ　　خندہ پیش آنیاں　　© Urdu4U.com

"نہیں باس کے کمرے سے نکلنے کی سپیڈ جب اس کی بیوی آ جائے۔"

"میری بیوی ڈاکٹر نہیں پھر بھی اس جیسی پٹی کوئی نہیں کر سکتا۔"
"وہ پٹی کرنے کے لئے کیا کرتی ہیں۔"
"پہلے زخم لگاتی ہے۔"

○○○

• **وسط ایشیائی ریاستیں**

آزادی کے بعد یہ وسط ایشیائی ریاستیں آزاد خیال ہو گئیں۔ پرائیویٹ بزنس شروع ہوا لیکن وہ زیادہ ہی پرائیویٹ بزنس کرنے لگے۔ انڈسٹریل دور آیا اور جوان عورتیں خود انڈسٹری بن گئیں۔ سولہویں صدی عیسوی کے آخر میں کیف جو پر کیف اور روس کا دارالخلافہ ہوا کرتا تھا۔ وہاں کے بادشاہ باسل نے بازنطینی اثرات کے تحت فیصلہ کیا کہ کفر چھوڑ کر کوئی مذہب اختیار کیا جائے لیکن کون سا؟ ایک دور میں اس کا رجحان اسلام کی طرف بہت زیادہ تھا لیکن مسلمان ہونے والا تھا تو کسی نے کہہ دیا مسلمانوں کو شراب نوشی کی اجازت نہیں۔ ابن انشاء لکھتے ہیں مجھ جیسا مبلغ ہوتا تو اسے تھوڑی سی رعایت دے دیتا کہ میاں کوئی بات نہیں، چھپ کر پی لینا۔ لیکن موصوف بدک گئے اور عیسائیت اختیار کر لی۔ ولاڈی میر کے نام سے مشہور ہوئے ورنہ پورا روس مسلمان ہو سکتا تھا۔ دیکھا شراب کتنی بری چیز ہے؟ ولاڈی میر کی آٹھ سو بیگمات تھیں۔ ایک بار اسے ایک خوبصورت لڑکی نظر آئی۔ اس نے اسے شادی کا پیغام بھیجا تو وہ بولی حضور میری آپ کی شادی نہیں ہو سکتی کیونکہ میں تو پہلے ہی آپ کی بیوی ہوں۔

○ کہہ کہے

آزادی کے بعد مختلف ریاستوں کے بارے میں وہاں کے لوگوں کے مزاج کو بتاتے لطیفے سامنے آئے۔ آرمینیا والوں کو کنجوس کہتے ہیں جبکہ جارجیا کے لوگ بڑے فیاض ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں ایک آرمینی اندھیرے میں کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔ جارجیا کے خوش فکر نے پوچھا "اے برادر کیا ڈھونڈ رہے ہو؟" اس نے کہا "خاص نقصان ہو گیا پانچ روبل کا نوٹ تھا، جو گر گیا۔" جارجیا والے نے جھٹ سے دس روبل کا نوٹ نکالا ماچس سے

اسے آگ لگائی اور کہا "لو میں روشنی کئے دیتا ہوں ڈھونڈ لو۔" روسی اور امریکیوں میں یہ فرق ہے کہ روسی لمبے نہیں ہوتے۔ امریکی تو ہوتے ہیں مگر اونچے نہیں ہوتے اب تو روس اور امریکہ میں یہی ایک قدر مشترک رہ گئی ہے کہ روبل کی کسی ملک میں کوئی قدر نہیں۔ کہتے ہیں ایک روسی اور امریکی دریا کے کنارے بیٹھے مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ ایک مسلسل "کنڈی" سے مچھلیاں پکڑے جا رہا تھا۔ آخر کار روسی نے تنگ آ کر کہا "جان تم مسلسل مچھلیاں پکڑے جا رہے ہو لیکن میرے ہاتھ ایک مچھلی بھی نہیں آ رہی۔" تو امریکی نے کہا "میاں تم دریا کے جس حصے میں ہو وہ روسی علاقہ ہے اور وہاں مچھلی منہ کھولنے سے ڈرتی ہے۔" متحدہ روس کے ایوان صدر کو ریاست بالورشیا کی ریپبلک کی سپریم سوویت کی طرف سے خط ملا کہ ہمارے ہاں منسٹری آف میرین یعنی وزارت بحر ہونی چاہیے۔ ایوان صدر نے جوابی خط لکھا کہ آپ یہ وزارت کیوں چاہتے ہیں؟ جبکہ وہاں تو کوئی واٹر باڈی نہیں۔ تو اس پر جواب آیا اگر ازبکستان میں منسٹری آف کلچرل ہو سکتی ہے تو ہمارے ہاں منسٹری آف میرین کیوں نہیں ہو سکتی۔

○ باشنی

نگار نے بتایا کہ روسی زبان میں جانوروں کا ادب بھی ہے۔ جس میں جانوروں کی کہانیاں ہوتی ہیں جن میں جانور بولتے ہیں اسے باشنی کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں ریختی ایک صنف ہے جس میں عورتیں اپنے مردانہ جذبات کا اظہار کرتی ہیں۔ لیکن اس میں زیادہ مردوں نے ہی زنانہ جذبات کا اظہار کیا۔ ظہیر الدین بابر کی نسل کا محمد شاہ رنگیلے اور اس کے بیٹے احمد شاہ تک کا سفر دراصل غزل سے ریختی تک کا سفر ہے۔ اسی لئے احمد شاہ کو آتے دیکھ کر یہ کہنا مشکل ہوتا کہ بادشاہ سلامت آ رہے ہیں یا آ رہی ہیں۔ مغلیہ سلطنت کے آخری دنوں ایک ایسے بادشاہ کو سپاہی نے آ کر اطلاع دی کہ دشمن کی

فوجیں قلعے میں داخل ہو چکی ہیں بھاگ چلیں۔ تو وہ بولے کیسے بھاگ جائیں جوتے پہنانے
کے لئے ملازم تو ہے نہیں۔ روس میں جب انسانوں کا بولنا بند ہوا تو جانور بولنے لگے۔
باشنی میں کریلوف بہت بڑے ادیب کے طور پر سامنے آئے۔ ان کی باشنی کے کچھ
نمونے حاضر ہیں۔

○ (الف) چڑیا اور گھر

ایک شخص چڑیا گھر گیا اور کہنے لگا میں وہاں تین گھنٹے بسر کر کے آیا ہوں۔ میں نے
وہاں ہر چیز دیکھی' ہر شے کا بغور مطالعہ کیا۔ میری حیرت کا وہاں اتنا سامان تھا کہ
سب کچھ بیان کرنے کی مجھ میں سکت نہیں۔ بخدا اس چڑیا گھر میں سب کچھ ہے سوائے
چڑیا اور میرے گھر کے۔ یہ عجائبات کا محل ہے فطرت کی قوت ایجاد کا کوئی ٹھکانہ
نہیں کیسے کیسے پرندے اور چرندے وہاں جمع ہیں۔ کیسی کیسی مکھیاں' تتلیاں' پتنگے' اور
جھینگر وہاں قید کر رکھے ہیں اور ننھے منے کیڑے مکوڑے بعض تو ان میں سے اتنے باریک
ہیں کہ سوئی کے نکے سے گزر جائیں۔
سننے والے نے پوچھا "مگر یار تم نے ہاتھی بھی دیکھا بھلا کتنا بڑا ہے؟ جب تم اس کے
سامنے کھڑے ہوئے ہو گے تو تمہیں لگا ہو گا جیسے پہاڑ کے سامنے کھڑے ہو۔"
پوچھا "تم وثوق سے کہتے ہو کہ ہاتھی نام کا جانور بھی وہاں موجود ہے۔"
وہ بولا "ہاں بالکل۔"
کہا "دیکھو بھئی بات یہ ہے کہ میں نے غور سے نہیں دیکھا' کیا خبر وہاں ہے بھی کہ
نہیں۔"

○ (ب) عینک اور بندر

ڈاکٹر محمد یونس بٹ　خندہ پیش آنیاں　© Urdu4U.com

بڑھاپے میں ایک بندر کی نظر کمزور ہو گئی۔ اس نے انسانوں کی زبان سے سنا تھا کہ
یہ کوئی اتنی بھی بد قسمتی کی بات نہیں۔ بس اتنا ہے کہ عینک لگا لینا چاہیے چنانچہ اس
نے کہیں سے درجن بھر عینکیں حاصل کیں۔ کبھی سر پر رکھا' کبھی دم پر باندھنے
کی کوشش کی کبھی سونگھا' کبھی چاٹا' پھر بھی کسی عینک نے اس کی بینائی میں اضافہ
نہ کیا۔
عجیب بات تو یہ ہے کہ آدمی بھی کبھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ کوئی چیز کتنی ہی مفید کیوں
نہ ہو نا واقف آدمی جو اس کی قدر نہیں جانتا ہمیشہ اس کی برائی کرتا ہے اور اگر تھوڑا
بہت اختیار رکھتا ہو تو اس کو ختم کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔

○ (ج) اود بلاؤ

عدالت میں اود بلاؤ کے خلاف ایک استغاثہ دائر ہوا کہ اس نے جوہڑ کو اپنی غلاظت پسندی
کے باعث رہنے کے ناقابل بنا دیا ہے۔ شہادت کے طور پر چھکڑا بھر ثبوت مہیا کیا گیا
اور جیسا کہ مناسب تھا' ملزم کو ایک بڑے ٹب میں بٹھا کر کمرہ عدالت میں لایا گیا۔
جج صاحبان ذرا سے فاصلے پر مصروف تھے۔ ان کے اسمائے گرامی اب بھی قدیم دستاویزوں
میں محفوظ ہیں۔ دو عدد گدھے' چند ایک بڈھے گھوڑے اور دو یا تین بکرے۔ آخر میں
ایک عدد لومڑ کو بھی شامل کر لیا گیا تا کہ کسی لائق ہستی کے زیر معائنہ سب کاروائی
ہو۔
اب صورتحال یہ تھی کہ افواہوں کے مطابق اود بلاؤ' لومڑ کی ضیافت کے لئے مچھلیاں فراہم
کرتا تھا۔ خیر کچھ بھی ہو' عدالت میں جانبداری کا شائبہ نہ تھا اور یہ بھی یاد رہے کہ
اس معاملے میں اودبلاؤ کی بد معاشی عدالت سے مخفی نہیں رہ سکتی اور اس افواہ کے جھوٹ
سچ سے کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ آخر فیصلہ تجویز کیا گیا جس میں اود بلاؤ کو سنگین ترین
سزا دی گئی تھی یعنی دوسروں کو عبرت دلانے کے لئے' اس کو درخت میں پھندا ڈال

کر پھانسی دینے کا حکم دیا گیا۔

"محترم جج صاحبان" لومڑ نے اپنی تقریر کا آغاز کیا "پھانسی تو بڑی معمولی سزا ہے" میرے خیال میں ملزم کو ایسی کڑی سزا ملنا چاہیے کہ رہتی دنیا تک یادگار رہے اور بدمعاش ہمیشہ قانون سے خائف رہیں اور سزا کی دہشت سے لرز اٹھیں۔ میری ناقص رائے میں

اودبلاؤ کو دریا برد کر دینا چاہیے۔"

"کیا کہنے کیا کہنے!" جج صاحبان نے اسے داد دی اور یک زبان ہو کر اس کی تجویز قبول کر لی۔ چنانچہ اودبلاؤ کو سزا کے طور پر دریا برد کر دیا گیا۔

○ بچوں کا ملک

پاکستان بوڑھوں کا ملک ہے۔ یہاں بوڑھوں کو جو مقام حاصل ہے شاید ہی کسی کو ملک میں ہو۔ لیکن متحدہ روس کا سب سے مراعات یافتہ طبقہ بچے تھے۔ وہاں بچوں کو یہ مقام حاصل تھا کہ اگر کے جی بی کا کوئی رکن کسی کے ساتھ عزت سے پیش آتا تو وہ سمجھتا یہ مجھے بچہ سمجھ رہا ہے۔ امریکہ میں روس کی نسبت بچوں کو سمجھانا آسان ہے۔ دادا خان نوری نے بتایا کہ یہاں کے بچے اتنے سمجھدار اور ذہین ہیں کہ ابھی آٹھ نو ماہ کے ہی ہوتے ہیں تو چلنے لگتے ہیں۔ ہم نے کہا پھر وہ اتنے سمجھدار تو نہ ہوئے جتنے ہمارے بچے ہوتی ہیں کیونکہ وہ جب اس عمر کے ہوتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں کے گھر والے انہیں تب بھی اٹھائے اٹھائے پھریں۔ وہاں کے بچے اپنے بڑوں کو گالی بھی دیں تو یہ ہو گی جو ایک بچے نے اپنے باپ کو دی کہ خدا کرے جب تم بچے بنو تو تمہارا باپ بھی میرے باپ جیسا ہو۔

○ Sin

پتہ چلا روسی عورتیں اپنے بچوں کو SIN کہتی ہیں۔ ہم سے پوچھا "آپ کے ہاں SIN نہیں کہتے؟" ہم نے کہا "اگر بیٹا اپنا ہی ہو تو SIN نہیں ہوتا SON ہوتا ہے۔" بچے تب بڑے ہوتے ہیں جب والدین سے پوچھنا بند کر دیں کہ وہ کہاں سے آئے ہیں اور یہ بتانے سے انکار کر دیں کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ واپسی کے راستے میں دادا خان نوری ہمیں ایک گاؤں لے گئے وہاں میزبان کے بچے سے ہم نے پوچھا بڑے ہو کر کیا بنو گے کہا "بیوروکریٹ" دوسرے بچے نے کہا "یہ جھوٹ بول رہا ہے" تو ہم نے کہا "اس کا مطلب ہے یہ ضرور بیوروکریٹ بنے گا۔" ایک سائیکاٹرسٹ دوست نے ایک دن کہا میں نے آخر جان ہی لیا کہ بچے انگوٹھا کیوں چوستے ہیں۔ "پوچھا "کیسے؟" بولے "میں نے ایک دن بچوں کا کھانا کھانے کی کوشش کی تو تب مجھے پتہ چلا کہ وہ انگوٹھا کیوں چوستے ہیں۔" ان دنوں ازبکستان میں بچوں کے حوالے سے دو لطیفے مشہور تھے۔

ایک بچے نے دوسرے سے پوچھا۔ "آپ کی والدہ اپنی شادی سے پہلے کیا تھیں؟" کہا "شادی سے پہلے وہ میری والدہ نہیں تھیں اس لئے میں نہیں جانتا۔"

دوسرا تھا' ایک بوڑھے سے کسی نے پوچھا "تمہارا بچپن کا کوئی خواب جو سچ نکلا ہو؟" بولا۔ "ہاں میری والدہ جب میرے سر کے بال کھینچا کرتیں تو میری خواہش ہوتی کہ کاش یہ نہ ہوتے۔"

○ چوکچا

چوکچا وہاں وہی مقام رکھتے ہیں جو ہمارے ہاں میراثی۔ یہ قوم سائبیریا کے علاقے میں رہتی ہے۔ کہتے ہیں سردار چوکچا نے دشمن سے بچنے کے لئے یہ کیا کہ خود اپنی فوج کے ہاتھوں اپنے علاقے کو تباہ کیا اور دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حکم جاری کیا کہ کسی چیز کو ٹھیک نہ کیا جائے تمام شہر' گاؤں اور سڑکیں تباہ شدہ حالت میں رکھی جائیں تا کہ آئندہ دشمن قبائل ہمارے علاقے میں قدم رکھنے کی ضرورت محسوس نہ کریں' وہاں

ایک مزاح میں چوکچا بہت اہم کردار ہے۔ اس کا نام آتے ہی چہروں پر مسکراہٹ بکھر جاتی ہے۔

دو چوکچے بیٹھے تھے۔ ایک اوپر دیکھ رہا تھا۔ جہاز دیکھ کر کہنے لگا دیکھو ہماری گورنمنٹ ہوتی تو اس کے آگے دو موٹر سائیکل سوار ضرور ہوتے۔"

ایک پروفیسر چوکچا کے ساتھ شکار کرنے گیا۔ روسی پروفیسر سے چوکچا نے پوچھا "کیا تم بھاگ سکتے ہو؟" اس نے کہا "ہاں بہت تیز" اتنے میں ریچھ آ گیا۔ پروفیسر کی طرف ریچھ آیا تو چوکچا نے گولی نہ چلائی اور کہتا رہا بھاگو بھاگو۔ پروفیسر نے خود ہی گھبرا کر گولی چلائی تو چوکچا نے کہا۔ "ارے پاگل اسے یہاں کیوں مارا اب اسے یہاں سے اٹھا کر گھر کون لے جائے گا۔ تم پر حملہ آور ہوا تھا، تم بھاگتے بھاگتے گھر کے پاس لے جاتے تم کیسے عقلمند ہو؟

ایک چوکچا نے ایئر پورٹ پر فون کیا اور پوچھا "جہاز کتنی دیر میں پہنچے گا؟" ایئر پورٹ آپریٹر نے کہا "ایک منٹ پلیز" تو چوکچا نے کہا "ایک منٹ، تھینک یو۔"

چوکچا فوج سے واپس آیا بیوی بہت خوش ہوئی کہ دیکھو ہمارے ہاں بیٹا ہوا ہے چھ ماہ کا ہے۔ چوکچا نے کہا پر میں تو دو سال بعد فوج سے چھٹی پر آیا ہوں۔ بیوی بولی "تو نے مجھے جو تصویر بھیجی تھی میں اسے غور سے دیکھتی رہتی۔" چوکچا مطمئن ہو گیا آدھی رات کو یک دم چوکچا کو کچھ خیال آیا اور بیوی کو اٹھا کر کہنے لگا "مگر وہ تصویر تو سینے تک کی تھی۔"

چوکچا ہوائی جہاز پر جا رہا تھا۔ کسی نے کہا آپ اگلی سیٹوں پر بیٹھ جائیں۔ کہا نہیں پچھلی

سیٹوں پر بیٹھوں گا۔ سب نے زور لگا لیا مگر وہ نہ مانا۔ پھر ایک ایئر ہوسٹس سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اسے کیا کہا۔ بولی "میں نے کہا تھا آگے والا حصہ پہلے منزل پر پہنچے گا۔"

چوکچا پرندوں کا شکار کرنے مچھلی پکڑنے والا لباس پہن کر گیا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو بولا۔ "میں مچھلی پکڑنے کے لباس میں اس لئے ہوں کہ پرندے سمجھیں گے میں مچھلی پکڑنے آیا ہوں انہیں دھوکے سے پکڑ لوں گا۔"

چوکچا نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا، بھئی آپ مجھے پانچسو میٹر پیچھے لے جائیں میرے پاس اتنے پیسے کم نکلے ہیں۔

ایک چوکچا روٹی لینے کے لئے لائن میں لگا تھا۔ بہت لمبی لائن تھی اس کے دوست نے کہا چوکچا عقل لڑاؤ تا کہ ہمیں جلد روٹی مل سکے۔ چوکچا نے اگلے کے کان میں سرگوشی کی کہ فلاں بازار میں چینی مل رہی ہے جلد ہی وہاں سے بہت سے لوگ جانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد چوکچا بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ دوست نے پوچھا "تم روٹی لئے بغیر کہاں جا رہے ہو؟" کہا "بہت سے لوگ چینی لینے جا رہے ہیں مجھے لگتا ہے میں نے جو افواہ اڑائی ہے وہ درست ہے اس لئے میں بھی جا رہا ہوں تا کہ وہاں لمبی لائن لگنے سے پہلے ہی پہنچ جاؤں۔"

○ اقوال زریں

اقوال زریں تو آپ نے پڑھے ہی ہوں۔ یہ ذرا نچلے درجے کے اقوال ہیں۔ ازبکستان میں دیواروں کا کوئی استعمال نہیں۔ کتوں کے لئے الگ سے پول ہیں۔ یہ قول وہاں کی دیواروں

پر لکھنے والے تھے۔ لیکن وہاں لکھنے والے ہمیشہ دیواروں کے پیچھے ہی ہوتے ہیں۔

1۔ کتا جتنا گیلا اور گندہ ہوتا ہے اتنا آپ سے زیادہ لاڈ کرتا ہے۔

2۔ جو جتنے بلند خراٹے لیتا ہے وہ اتنا ہی جلد سوتا ہے۔

3۔ پہنچ والا بندہ وہ ہوتا ہے جس کی وہاں تک پہنچ ہو جہاں اسے کھجلی ہو رہی ہو۔

4۔ جو تنگ کپڑے ہوتے ہیں وہ دھونے سے اور تنگ ہو جاتے ہیں اور جو کھلے ہوتے ہیں وہ دھونے سے اور کھلے ہو جاتے ہیں۔

5۔ جوگرز اسی کو ملتے ہیں جو چل نہ سکے۔

6۔ ویٹرس ہمیشہ اس وقت آ کر پوچھتی ہے کھانا کیسا ہے؟ جب آپ کے منہ میں لقمہ ہوتا ہے۔

7۔ آٹھ بچوں کے جوتے خریدنے بازار جانے سے کہیں بہتر ہے کہ محبوب بے وفا نکلے اور یہ نوبت ہی نہ آئے۔

○ روسوائے زمانہ

روس کی رسوائے زمانہ بلکہ روسوائے زمانہ کے جی بی کو کون نہیں جانتا شاید وہ نہ جانتے ہوں جو ڈرنا نہیں جانتے۔ کے جی بی تین حرف جس پر دنیا نے ہمیشہ تین حرف بھیجے۔ اس کا چیف اتنا پڑھا لکھا ہوتا کہ کہتے ہیں کسی نے روسی ڈاکٹر سے پوچھا سگریٹ پینے سے کینسر ہوتا ہے تو اس نے کہا کے جی بی سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ 1917ء سے 1985ء کے دوران پیدا ہونے والے بچے اتنی جلدی بولنا شروع نہ کرتے جتنی جلدی اب ان کے بچے بولنے لگتے ہیں۔ شیخ سعدی کی طرح ہم بھی خدا سے ڈرتے ہیں اور خدا کے بعد اس سے ڈرتے ہیں جو خدا سے نہیں ڈرتا۔ کمیونسٹ دور میں اس ڈر سے خدا سے نہ ڈرتے کہ کے جی بی والے نہ پکڑ لیں۔ خواتین اسی ڈر سے مجازی خدا سے نہ ڈرتیں۔ کے جی بی کے دور میں کسی کو بیماری سے مرتے نہ دیکھا۔ تندرستی سے مرتے دیکھا۔ اس دور میں جو عقل کی بات کرتا ہو کوئی بے وقوف ہی ہوتا۔ خاموشی عقلمندی کی دلیل ہے۔ یہ کے جی بی کا سلوگن لگتا ہے۔ اگر کے جی بی کا چیف کہہ دیتا کہ میں صبح سات بجے اٹھتا ہوں تو جو صبح ساڑھے چھ بجے اٹھتا وہ چھپ کر اٹھتا۔

○ سو۔ شل۔ ازم

وہ سوشلسٹ جس میں حس مزاح نہ ہو اسے کمیونسٹ کہتے ہیں۔ سوشلزم کے پانچ اصول تھے:

1۔ سوچو مت

2۔ اگر سوچتے ہو تو بولو مت

3۔ اگر سوچتے ہو اور بولتے بھی ہو تو لکھو مت۔

4۔ اگر سوچتے ہو، بولتے ہو، لکھتے بھی ہو تو اس پر دستخط مت کرو۔

5۔ اگر سوچتے ہو، بولتے ہو، لکھتے ہو، اور اس پر دستخط بھی کرتے ہو تو پھر حیران مت ہونا۔

○ دور عیوبی

جوش ملیح آبادی صاحب دور ایوبی کو دور عیوبی کہتے تھے۔ ازبکستان میں بھی آج کل دور عیوبی ہی ہے۔ پہلے علم دولت تھا اب انہیں صرف دولت کا علم ہے۔ ہمارے ہاں گورنمنٹ غریب اور عوام امیر ہیں۔ ازبکستان میں گورنمنٹ امیر اور عوام غریب ہیں۔ اب وہاں ہر طرف عورتیں "سینہ سپر" نظر آتی ہیں۔ کمیونسٹ دور میں تو بین کرنے پر بھی بین تھا۔ آج وہاں کے لوگ الیکٹرک ٹرین پر یوں بیٹھے ہوتے ہیں جیسے الیکٹرک چیئر پر بیٹھے ہوں۔ پولیس میں کتنی ہی خوبیاں کیوں نہ ہوں یہ خامی کیا کم ہے کہ ایک پولیس والے نے ایک شخص کو گرفتار کیا تو اس نے کہا "جناب میں تو انٹی کمیونسٹ ہوں۔" جس پر پولیس والے نے کہا "ہمیں ہر قسم کے کمیونسٹ گرفتار کرنے کا حکم ملا ہے۔"

کمیونزم کے دور میں متحدہ روس میں کوئی تاریخ کے بارے میں پوچھتا تو دوسرا اس دن کی تاریخ بتا کر چل دیتا۔ نوجوانوں سے تاریخ کا پوچھتے تو وہ ڈیٹ کا بتانے لگتے۔ تاریخ ان کے ہاں گزر گئی جس نے تاریخ کا ذکر کیا وہ بھی گزر گیا۔ اب اس کا ذکر تاریخ ہے۔ وہ تو محبوب کو کے جی بی کے ڈر سے اپنی دنیا نہ کہتے کیونکہ کے جی بی دنیا پر قبضہ کرنا چاہتی تھی۔ ایسٹونیا کے عجائب گھر میں کے جی بی کی ساٹھ ہزار فائلیں موجود ہیں۔ بیشتر فائلوں پر یوں فیصلے لکھے ہیں۔

تیز رفتار کار ڈرائیونگ پر سزائے موت
کار آہستہ چلانے پر سزائے موت
ایک روٹی زیادہ لینے پر سزائے موت
ایک روٹی کم لینے پر سزائے موت

وہاں تو کوئی کے جی بی کو بتائے بغیر مر جاتا تو اسے بھی سزائے موت ہو جاتی۔

○ آئین اور خوش آئین

ہمارے ہاں آئین اور آئینے کا ایک ہی کام ہے' دیکھنے کے کام آتے ہیں۔ کسی نے پوچھا امریکی آئین اور روسی آئین میں کیا فرق ہے۔ کہا دونوں آزادی اظہار کی ضمانت دیتے ہیں البتہ ایک اظہار کے بعد آزادی کی ضمانت دیتا۔ کمیونسٹ ممالک وہ ہوتے ہیں جن میں بندے کو اپنا ماضی الضمیر بیان کرنے کا ہر حق ہوتا ہے۔ لیکن اس کے بعد کوئی حق نہیں ہوتا۔ روسی کمیونسٹ پارٹی نے تو بچوں کے نام اپنی مرضی سے رکھنے پر بھی پابندی لگا رکھی تھی۔ سب پوچھ کر نام رکھتے۔ کچھ تو یہ بھی پوچھتے کہ بیٹا پیدا کرنا ہے یا بیٹی' کچھ تو بچہ پیدا ہونے کے بعد بھی کمیونسٹ پارٹی سے پوچھتے کہ ان کے ہاں بیٹا ہوا ہے یا بیٹی۔ کچھ ایسے ہی حالات آج کل کیوبا میں ہیں۔ ایک شخص نے دوسرے کو کہا "آج کتنے اچھے پھول کھلے ہیں۔ خدا کا شکر ادا کرو۔" وہ بولا۔ "میں

ڈاکٹر محمد یونس بٹ　خندہ پیش آنیاں　© Urdu4U.com

فیڈرل کا سترو کا شکر ادا کروں گا۔" دوسرے نے کہا "تمہارے ہاں چار سال بعد بچہ پیدا ہوا اس پر تو خدا کا شکر ادا کرو۔" وہ بولا "میں پھر بھی فیڈرل کا سترو کا شکر ادا کروں گا۔" پہلا بولا "اگر فیڈرل کا سترو مر گیا تو پھر کس کا شکر ادا کرو گے؟" کہا "پھر خدا کا شکر ادا کروں گا۔" آزادی اظہار کا یہ عالم تھا کہ ایک بار ایک ملک کے صحافی کو روس کے سرکاری اخبار کے ایڈیٹر کے کمرے میں جانا پڑا تو اس نے میز پر پڑے ایک عجیب سے فون کی طرف اشارہ کر کے پوچھا "یہ کیا؟ ٹیلیفون کا صرف ائیر پیس! ماؤتھ پیس کہاں ہے؟" تو روسی صحافی بولا۔ "یہ ہماری کریملن سے ڈائریکٹ لائن ہے۔"

○ ریڈ لائیٹ ایریا

ایک زمانہ تھا وسط ایشیا سرخ اجالے کی وجہ سے ریڈ لائٹ ایریا تھا۔ اب کسی اور وجہ سے ہے۔ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس نے اپنے آپ پر اتنا ظلم کیا ہو جتنا انہوں نے اپنے آپ پر کیا۔ وہ جنگ عظیم دوم کو مادر وطن کی عظیم جنگ کہتے ہیں۔ اس میں ان کے بعض فوجیوں کے سینوں پر اتنے میڈل لگے کہ دل کے لئے بھی جگہ نہ بچی۔ اگرچہ ایک سیانے نے کہا تھا آپ تیس سال کی عمر سے پہلے کمیونسٹ پارٹی کے رکن نہیں بنتے یا کمیونسٹ نہیں بنتے تو آپ کے پہلو میں کچھ نہیں ہے اور اگر آپ تیس سال کی عمر کے بعد بھی کمیونسٹ ہیں تو آپ کے سر میں کچھ نہیں ہے۔ کچھ کے بقول تو کمیونسٹوں کے نچوڑ کو کمیونزم کہتے ہیں۔ کمیونزم کا نچوڑ یہ ہے کہ آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ ہمسائے کے ساتھ برابر برابر تقسیم کر دیا جائے۔ کچھ کے نزدیک "کمیونزم یہ ہے کہ ہمسائے کے پاس جو کچھ ہے اسے آپس میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے۔" ایک اور سیانے کے بقول کمیونسٹ وہ بندہ ہوتا ہے جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا اور وہ اس کا دنیا کو ساجھی بنانا چاہتا ہے۔ کمیونزم اور جمہوریت میں یہ فرق ہے کمیونزم میں کوئی بولتا نہیں اور جمہوریت میں کوئی سنتا نہیں۔ کہتے ہیں تین سرجن ایک امریکی' ایک

انگریز اور ایک روسی ایئر پورٹ پر اتفاقاً مل گئے۔ انگریز نے کہا ہم نے ٹرانسپلانٹ کے فیلڈ میں بڑی ترقی کی۔ ہم نہ صرف دل بلکہ اب تو گردہ اور جگر بھی ٹرانسپلانٹ کر سکتے ہیں۔ امریکی نے کہا ہم تو دماغ بدلنے میں لگے ہوئے ہیں۔ روسی سرجن بولا ہم نے بھی ٹانسلز کے آپریشن میں بڑی ترقی کی ہے۔ امریکی سرجن بولا یہ تو آسان آپریشن ہے۔ روسی بولا "آسان! آسان آپ کے لئے ہو گا۔ ہمارے ملک میں تو منہ بند رکھتے ہوئے ٹانسلز کا آپریشن کرنا پڑتا ہے۔" وہاں کا علامتی نشان بیئر تھا جسے امریکی پی گئے۔
ہم نے ایک روسی لڑکی سے پوچھا ڈیمو کریسی کے سپیلنگ بتاؤ تو اس نے جو بتائے وہ یہ تھے۔
"اے ایم ای آر سی اے۔"
ہمیں وہاں کے ایک کمیونسٹ نے بتایا کہ انگلستان اور امریکہ کے کنڈر گارٹن سکولوں کے بچے جن کھلونوں سے کھیلتے ہیں ہمیشہ ان کو "میرے کھلونے" بتاتے ہیں جبکہ یہاں کے کنڈر گارٹن سکول میں بچہ اس طرح محسوس کرتا ہے نہ کہتا ہے وہ کہتا ہے۔ "ہمارے کھلونے" انگریزی میں I ہمیشہ بڑے حروف میں ہوتا ہے جبکہ روسی میں اسے چھوٹے حروف میں لکھتے ہیں۔ وہاں "میں" میں اتنی "میں" نہیں ہوتی۔ وہ صاحب ہمیں مثالوں سے بتاتے رہے کہ پکا کمیونسٹ ہر چیز میں کہتا ہے یہ ہماری ہے۔ اتنے میں ایک عورت آئی تو اس نے تعارف کروایا۔ "یہ میری بیوی ہے۔" ہم نے کہا اس کا مطلب ہے آپ پکے کمیونسٹ نہیں ہیں۔

○ خرافاتِ خروشچیف

خروشچیف اور مالینوف نے اپنی یادداشتیں اور یادداشتائیں مرتب کیں تو روس میں انہیں شائع کرنے کی کسی میں جرات نہ ہوئی۔ یہ مسودہ امریکہ سے چھپا۔ روس میں آپ کو بوڑھے سڑک پر نظر نہیں آتے پوچھا "بوڑھے کہاں ہوتے ہیں؟" کہا "حکومت میں" آندر پوف کی وفات سے قبل 1984ء میں پولٹ بیورو کے گیارہ اراکین میں سے چھ

ڈاکٹر محمد یونس بٹ خندہ پیش آنیاں © Urdu4U.com

ستر برس سے تجاوز کر گئے تھے۔ صرف گورباچوف ساٹھ برس کے تھے جنہیں سب بچہ سمجھ کر بولنے نہ دیتے۔ برژنیف کی وفات کے وقت عمر 75سال تھی۔ ان کے لئے خود چلنا ملک چلانے سے زیادہ مشکل تھا۔ برژنیف تو صحیح بات کر سکتے تھے لیکن جب چرنینکو نے اقتدار سنبھالا تو وہ اس قابل بھی نہ تھا کہ فوجیوں سے سلامی لے سکے۔ حکومتی رہنماؤں کے جلسوں میں یہ بحث ہوئی کہ خروشچیف غلطی نہیں مانتے۔ ایک بار انہوں نے یہ خروشچیف کو کہا تو وہ بولے پارٹی کی بیسویں کانفرنس میں میں نے سٹالن کی چند غلطیاں مانی تو تھیں۔ اس کانفرنس میں خروشچیف نے سٹالن کی برائیاں کیں۔ جلسے میں کسی نے ایک پرچے پر ایک سوال لکھ کر بھیجا لکھا تھا "جب سٹالن یہ سب کچھ کر رہا تھا تو آپ نے کیا کیا؟" خروشچیف چند لمحے چپ رہا۔ پھر بولا "جس نے یہ سوال بھیجا ہے وہ کھڑا ہو جائے۔" خاموشی چھا گئی اور کوئی کھڑا نہ ہوا۔ اس پر خروشچیف مسکرایا اور بولا۔ "اس وقت میں نے بھی یہی کیا تھا جو آپ نے کیا ہے۔"

○ برژنیف کی ڈائری

نیوز ویک نے برژنیف کی ڈائری چھاپی۔ تو ہم نے ایک صحافی سے کہا "کسی کی ڈائری پڑھنا تو بری بات ہے۔" وہ بولا "نیوز ویک والوں نے پڑھی تو نہیں چھاپی ہی ہے۔" روسی دانش ور گوگل نے کہا تھا پہلے روس کے لئے دو مشکلیں تھیں ایک کچے اور تنگ راستے اور دوسرے احمق۔ برژنیف کی ڈائری پڑھ کر لگتا ہے ایک مشکل حل ہو گئی ہے یعنی راستے پکے ہو گئے ہیں۔ ڈائری میں ان کی مصروفیات کچھ یوں ہیں۔
"آج کا دن داچا میں گزارا لنچ میں بروسٹ اور ساتھ گوبھی تھی۔ باہر کچھ دیر آرام کیا"
اپریل 1977ء میں روس نے امریکہ کی تخفیف اسلحہ کی بے حد اہم تجاویز مسترد کر دیں تو دنیا حیران رہ گئی۔ لیکن 10 اپریل 1977 کی برژنیف کی ڈائری میں لکھا ہے "شام کی خبریں سنیں۔ "کھانا کھایا اور سو گیا" برژنیف کھانے کا یوں ہر بار ڈائری میں لکھتا

ہے کہ جس دن کا نہیں لکھا لگتا ہے اس دن اسے کھانا ملا ہی نہیں۔ کھانے کے بعد ہمیشہ لکھتے ہیں پھر آرام کیا۔ واقعی وہاں کے کھانے دیکھ کر ہمیں لگا بوڑھا آدھی تو کھاتے ہوئے تھک کر چور ہو جاتا ہو گا۔ برژنیف ہر کام دیر سے کرتے' وہ صدر بھی دیر سے بنے' ان کے خاندان میں اکثر لوگ دیر سے پیدا ہوئے۔ ایک تو اپنے والد کے انتقال کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ موصوف نے اپنے ملک کی بھلائی کے لئے جو کچھ کیا ان میں سے ایک انتقال فرمانا بھی تھا۔

○ گلاسنا سٹیلیا

گلاسنا سٹ نے انہیں چلانے کی آزادی دی۔ جب سے آزادی ملی ہے چلا رہے ہیں۔ ہمارے ہاں چلانے کی اتنی آزادی ہے ایک بندے نے بچھڑا خریدا جو بڑا باں باں کرتا تھا۔ بیوی نے پوچھا یہ کہاں سے خریدا ہے۔ بڑی باں باں کرتا ہے۔" بولا "اسمبلی کے چوکیدار سے۔" گلا سنا سٹ کے بعد ایک صحافی نے روسی ادیب سے پوچھا گلاسنا سٹ کے بعد آپ سارا دن کیا کیا کہتے ہیں" بولا یہی کہتا ہوں "جو کہنا چاہتے ہو کہو۔" پرسٹیرائیکا کے بارے میں ان کا ایک مزاح نگار لکھتا ہے ہم پہلے کرتے ہیں پھر سوچتے ہیں افکار دماغ میں آنے سے پہلے سارے جسم میں گھومتے رہتے ہیں پھر دماغ میں آتے ہیں۔ پرسٹیرائیکا بھی اسی طرح پھر رہی ہے۔ ہم نے وہاں کے ایک بوڑھے ڈرائیور سے پوچھا "آپ روس کے مختلف ادوار کے سفر کا بتائیں؟" بولا "لینن کا دور میزوں کی طرح تھا تیزی سے جا رہے تھے۔ کچھ پتہ نہ چلتا کدھر جا رہے ہیں۔ سٹالن کا دور ٹرام کی طرح تھا۔ کچھ بیٹھے تھے کچھ لٹک رہے تھے۔ یاد رہے ان کے ہاں بیٹھنے سے مراد جیل جانا بھی ہے۔" "اور گوربا چوف کا دور؟" ہم نے پوچھا۔ بولا "ٹیکسی کی طرح تھا جتنا آگے بڑھتے جاتے' اتنا کرایہ بڑھتا جاتا۔

○ فوارے نیارے

پھولوں کے شہر تاشقند میں رہ کر ہم بھی پھول گئے۔ وہاں پھول اتنے زیادہ اور خوبصورت ہوتے ہیں کہ پتہ نہ چلتا اصلی پھول میز پر ہیں یا کرسی پر۔ وہاں خواتین موسم کے حساب سے لباس تبدیل نہیں کرتیں۔ لباس کے حساب سے موسم تبدیل کرتیں۔ لڑکیاں منی سکرٹ پہنتی ہیں۔ یہ وہی لباس ہے جو ڈاکٹر انور سجاد کے افسانوں کی طرح ہوتا ہے۔ جہاں سے مرضی شروع ہو کر کہیں اچانک ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی ازبک لباس میں نظر آئے تو سمجھتے ہیں کسی ڈرامے کے لئے گٹ اپ کیا ہوا ہے۔ وہاں سڑک کے کنارے خوشی اور پانی کے فوارے پھوٹتے ہیں۔ ہم نے سوچا تھا جوڑے درختوں کی اوٹ میں چھپے ہوں گے۔ وہاں جوڑوں کی اوٹ میں درخت چھپے ہوئے تھے۔ قدرتی مناظر میں سے ہمیں جو منظر بھاتا اگلے ہی لمحے کوئی لڑکا ہمارا منظر بغل میں لئے پس منظر ہو رہا ہوتا۔ وہاں کے گاؤں میں بھی وہ تمام سہولتیں میسر نہیں جو شہروں میں میسر نہیں۔ ہم نے واچہ کے قریبی دیہات کے ایک بابے سے پوچھا۔ "دیہات کی زندگی شہر کی زندگی سے بہتر ہے فضا آلودہ نہیں ہوتی۔ کیا خیال ہے آپ کا؟ تو وہ بولا "میں صحیح طور پر کچھ نہیں بتا سکتا کیونکہ میں تو شروع ہی سے اسی شہر میں رہا ہوں' البتہ یہ پتہ چلا کہ شہروں میں جرائم گاؤں کی نسبت زیادہ ہیں۔ آدھی رات کو تاشقند کی سڑک پر ایک شخص نے ایک سیاح سے کہا۔ "اگر آپ مجھے سو روبل دیں گے تو آپ ایک باعزت شخص کی زندگی بچا سکتے ہیں۔" سیاح نے اسے دیکھ کر کہا "معافی چاہتاں ہوں آپ اتنی عزت والے لگتے تو نہیں۔" اس نے کہا "میں جانتا ہوں مگر میں آپ کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔"

○ بھول --- چوک

دنیا میں جتنی دیوانگیاں عقلمندوں نے کی ہیں دیوانوں نے نہیں کیں۔ ہم ڈاکٹر تاش مرزا کے گھر سے رات کا کھانا کھا کر نکلے اور بھٹک گئے۔ ہمیں اتنا یقین تھا کہ ہم غلط راستے پر چل رہے ہیں کیونکہ اس راستے پر چلنے میں مزا آ رہا تھا۔ راستہ یاد ہو تو بندہ شہر کو دیکھتا ہے اور راستہ بھول جائے تو شہر بندے کو دیکھتا ہے۔ راستہ بھولنے کے لئے بڑا حافظہ چاہیے۔ اردو شاعر ہمیشہ راستہ بھول کر محبوب کے کوچے کوچ کر جاتے۔ گورا صاحب نے پوچھا "میرے تیز چلنے کی وجہ سے آپ کو پریشانی تو نہیں ہو رہی۔" ہم نے کہا۔ پریشانی تو ہو رہی ہے مگر اپنے تیز چلنے کی وجہ سے۔" ویسے تنگ جوتے اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں کہ جوتے لگتے ہوں تو بندے کو دوسری تمام تکلیفیں بھول جاتی ہیں۔ ہم نے تو سنا تھا پرانی بیوی اور نیا جوتا کاٹتا ہے یہاں جوتا پرانا تھا۔ ہوٹل تاشقند کی تلاش میں سنسان سڑکوں پر ہمارے پاؤں چل رہے تھے یا ہماری سانسیں۔ آدمی جتنا مرضی تیز چل لے اپنے آپ سے آگے نہیں جا سکتا۔ پھر بندہ وہی چیز پاتا ہے جس کی وہ تلاش نہیں کر رہا ہوتا۔ ہاں جو شخص جس کی تلاش کر رہا ہو وہ وہی پائے تو اسے پروف ریڈر کہتے ہیں۔ ہم نے ایک ازبک سے پوچھا ہم سے ہوٹل تاشقند گم ہو گیا ہے۔ اس نے ہمیں ایسے دیکھا جیسے ہماری غلطی سے ان کا اتنا بڑا ہوٹل گم ہو گیا ہو۔ ہم نے بذریعہ گورا صاحب وضاحت کی کہ ہم گم ہوئے ہیں۔ اس نے کہا آپ یہاں سے پیدل چلیں تو آدھے گھنٹے میں ہوٹل تاشقند پہنچ سکتے ہیں بشرطیکہ آپ کی رفتار اسی میل فی گھنٹہ ہو۔

○ میڈم ڈم

اداکارہ انجمن اتنی بڑی ہیں کہ لکھتے وقت دو دفعہ انجمن لکھنا پڑتا ہے۔ وہ کیسی ہو گی جسے بلانے کے لئے تین بار میڈم کہنا پڑے۔ افواہ کی طرح پھیلی ہوئی' وہ ہوٹل میں ہمارے فلور کی انچارج تھی۔ اس کا لباس اور سٹاف تنگ ہی رہتا۔ وہ جا کر کسی بیکری

پر کہتی کہ مجھے پندرہ دہی کی بوتلیں چاہئیں تو بیکری والا پوچھتا "یہاں کھائیں گی یا پیک کر دوں۔" اسے انگریزی آتی تھی کہنے لگی "بیس سال پہلے جیسی میری فگر تھی تم سوچ بھی نہیں سکتے" کہا "آپ کی فگر اب بھی ایسی ہے کہ میں سوچ نہیں سکتا۔" اس کے بچے چھوٹے تھے اور خاوند بڑے۔ خاوند سے ان بن تھی جس میں ان زیادہ اور بن کم تھی۔ ایک دفعہ خاوند کو ایک ماڈل کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ کر ماڈل کو کہا "تمہیں شرم آنی چاہیے اگر میں تمہاری جگہ ہوتی تو کسی کے خاوند سے ایسی واہیات حرکت نہ کرتی۔" اس کا خاوند بولا "اگر تم اس کی جگہ ہوتی تو میں بھی ایسی واہیات حرکت نہ کرتا۔" اس نے بتایا شادی سے پہلے خاوند مجھے کہتا مجھے چاروں طرف تم ہی تم نظر آتی ہو۔ اب کہتا ہے میں تو اس لئے کہتا تھا کہ تم موٹی بہت ہو۔ اس کے لباس اور کمرے کے دروازے کو دیکھ کر بندہ یہی سوچتا کہ یہ ان میں داخل کیسے ہوئی۔ کہنے لگی میں بچے اکیلے گھر چھوڑ کر آتی ہوں۔ رات کو ہمارے ہاں بچوں کو اکیلے سلانا بہت مشکل ہے خاص کر کے جب بچے بیس سال کے ہو جائیں۔

○ خان و خون

وہاں عورت کو خان کہتے ہیں اور مرد کو جان۔ اس لئے وہاں ہمیں مردوں کو جان کہہ کر بلانا پڑتا جو بڑا جان جوکھوں کا کام ہے۔ ہمارے ساتھ کوئی خان نہیں تھا ورنہ خان اور خون ہو جاتا تھا۔ البتہ ہمیں یہ سمجھ نہیں آئی کہ دادا خان نوری خود کو خان کیوں کہلواتا ہے۔ اس کی مخفی صلاحیتیں ہم سے مخفی ہی رہیں۔ رات کو میڈم سے بڑی باتیں ہوتیں جو وہ خاموشی سے کرتی رہی۔ ایک رات اس نے میرا کارٹون بنایا حالانکہ میں کہہ رہا تھا اس نے میری تصویر بنائی ہے۔ بہرحال اس نے کہا میرا بھی کارٹون بناؤ۔ اس نے ایک بڑا صفحہ مجھے دیا سوچا تو اس نے پوچھا "بنا کیوں نہیں رہے؟" ہم نے کہا "آپ کا کارٹون بنانے کے لئے کاغذ چھوٹا ہے۔" اس نے کہا "چلو چھوٹا سا بچہ بنا

دو۔" ہم نے تھوڑا سا بنایا اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجی اس نے روسی میں کچھ دیر فون پر باتیں کیں اور ہنستی ہوئی بتانے لگی میری سہیلی پوچھ رہی تھی کیا کر رہی ہو؟ میں نے کہا "ہم بچہ بنا رہے ہیں۔" تو میری سہیلی بولی "اچھا ہوا تم نے اپنے خاوند سے صلح کر لی۔

○ WORLD ORDER

دنیا کے بارے میں ایک تھیوری آج کل نیم سائنسی حلقوں میں بہت مشہور ہے جس کے مطابق دنیا کے اتنے حصے کئے جا سکتے ہیں جتنے انسانی جسم کے ہیں۔ اس میں الاسکا اس کے بال ہیں۔ امریکہ اس کے مسلز ہیں۔ یورپ دماغ' آسٹریلیا اس کی کمر بلکہ اس کے سائز اور جائے وقوع کی بنا پر اسے دنیا کے کولہے بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس حساب سے نیوزی لینڈ کیا ہوا جو آسٹریلیا سے نیچے واقع ہے۔ سنا ہے اس پر نیوزی لینڈ کے لوگ شرمندہ ہیں۔ ایشیا اس کا سینہ ہے اور وسط ایشیا کیا ہوا آپ جان ہی گئے ہوں گے۔ کیونکہ دنیا مونث ہے ہم کئی دن دنیا کے سینے سے لگے رہے۔ دنیا مونث ہے شاید اسی لئے لوگ اس کے پیچھے پڑے ہیں۔ ہماری اداکارہ انجمن نے ایک بار کہا کہ میرا خاوند مجھے اپنی دنیا کہتا ہے۔ ہم نے کہا ٹھیک ہی کہتا ہے واقعی دنیا بہت بڑی ہے۔

○ میٹرو ملن

ہم گورا صاحب کے ساتھ میٹرو میں جا رہے تھے۔ پاکستانی نوجوان اتنے مہذب ہیں کہ کوئی خاتون نظر آئے تو اسے اٹھ کر اپنی سیٹ دیتے ہیں۔ خاص کر کے اس وقت جب بوگی میں کوئی اور نہ ہو۔ ہم نے دو نوجوان دیکھے جو اس بوگی میں ایسے ہی لگ رہے تھے جیسے نیک دل میں برا خیال۔ وہ ہمیں پہچان کے ہمارے پاس آئے اور کہا "ہم نے آپ کی کتابیں پڑھی نہیں۔ دونوں انڈین تھے ایک کا نام کمار تھا دوسرے کا ہمیں یاد نہیں۔ مردانہ ناموں میں یہی خرابی ہے کہ ہمیں جلد بھول جاتے ہیں۔ اس نے بتایا کہ غیر ممالک میں کام کرنے والوں کا اپنی خیریت سے لواحقین کو آگاہ رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب تک وہ منی آرڈر بھیجتے رہیں وہ بخیریت ہیں اگر نہ بھیجیں تو پھر سمجھ لیں لواحقین بخیریت نہیں ہیں۔ کمار نے ہمیں نصیحت کی کہ اپنے ڈاکومنٹس کسی ایسی جگہ پر رکھیں جہاں آپ کی بار بار نظر پڑتی رہے۔ ہم نے کہا اس حساب سے تو ہمیں ڈاکومنٹ اپنی پاکٹ کی بجائے سامنے والی لڑکی کی فرنٹ پاکٹ میں رکھنے چاہئیں۔ ہم نے پوچھا "سنا ہے اب یہاں فری سیکس ہے۔" بولا "نہیں کمیونزم کے دور میں تھا اب تو پیسے لگتے ہیں۔" اس نے بتایا وہ یہاں وظیفے پر پڑھنے آیا تھا۔ اب حکومت نے وظیفہ بند کر دیا ہے۔ اب تو میں ہی روز وظیفہ ادا کرتا ہوں۔ لمحہ بھر چپ رہنے کے بعد بولے "میں نے یہاں کی لڑکی سے شادی جو کر لی ہے۔"

○ UNIVER - CITY

متحدہ روس کے وقت سکول میں 66 زبانوں میں تعلیم دی جاتی۔ والدین مرضی سے بچے کے لئے زبان کا انتخاب کرتے۔ یہ 66 زبانیں زیادہ تر چپ رہنے کے لئے استعمال ہوتیں۔ بچوں کو یونین میں شامل تمام ریاستوں کا جغرافیہ پڑھایا جاتا۔ سکول کے بچے ازبکستان آزاد ہونے پر اتنے خوش کیوں ہیں۔ اس کا اندازہ آپ کو ہو ہی گیا ہو گا جن بچوں کی صحت ٹھیک نہ ہوتی ہو انہیں شہر سے باہر "جنگلاتی سکول" میں بھیج دیا جاتا۔ بچے اسی ڈر سے دبلے ہوتے رہتے کہ وہ دبلے ہو رہے ہیں۔ تعلیم و تربیت پر زیادہ توجہ دیتے' اس لئے ان کے تعلیمی اداروں سے اتنے تعلیم یافتہ لوگ نہ نکلتے جتنے تربیت یافتہ۔ وہاں سو فیصد خواندگی ہے وہاں کے جاہل بھی تعلیم یافتہ ہیں۔ ہمارے ایک صاحب وہاں گئے اور کہا آپ کو نہیں پتہ میں کس سکول کا پڑھا ہوا ہوں؟ پوچھا "کس سکول کے پڑھے

ہوئے ہیں؟" کہا "پرائمری سکول کا۔" انہوں نے کہا۔ ""آپ کو ہمارے ہاں کوئی نوکری نہیں مل سکتی۔" کہا "مجھے نوکری کی ضرورت نہیں میں صوبائی وزیر محنت و افرادی قوت ہوں۔"

ماسکو یونیورسٹی روس، شہر سے دور ایک بڑے شہر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی وسعت کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ اگر ایک شخص یونیورسٹی کی عمارت میں پیدا ہو اور ہر کمرے میں رات بسر کرے اور 109 برس کی عمر پائے تب بھی وہ یونیورسٹی سے باہر نہ نکل سکے گا۔ اسے یونیورسٹی سے نکلنے کے لئے 110 سال کی عمر چاہیے۔ اتنی عمر میں تو بندے کو یاد نہیں رہتا کہ وہ یونیورسٹی سے نکل رہا ہے یا داخل ہو رہا ہے۔ ویسے ہمارے ہاں تو یونیورسٹی سے نکلنا مسئلہ ہی کوئی نہیں۔ مینٹل ہسپتال اور یونیورسٹی میں یہ فرق ہے کہ مینٹل ہسپتال سے نکلنے کے لئے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ آپ کی ذہنی حالت ٹھیک ہو گئی ہے۔

○ محبت گاہیں

وہاں کے ادارے محبت گاہیں ہیں۔ وہاں کوئی کسی کو گولی یا چھری نہیں مارتا ایسے موقعوں پر بھی آنکھ ہی مارتے ہیں۔ سیاح بھی اسی مقصد کے لئے وہاں کے تعلیمی اداروں میں جاتے ہیں۔ جس مقصد کے لئے "بازاروں" میں جاتے ہیں۔ کیونکہ یہاں سو فیصد خواندگی اور دس فیصد خاوندگی ہے۔ کمار وہاں میڈیکل کا طالب علم ہے۔ کہا "ہمیشہ اول آتا ہوں بس ہندوستان اور یہاں میں یہ فرق ہے کہ ہندوستان میں پاس ہونے والوں میں اول آتا ہوں۔ یہاں ایک بار فیل بھی ہوا۔" پوچھا "کتنے نمبروں سے فیل ہوئے۔" بولا "بیس ڈالر سے، میں تیس ڈالر دے رہا تھا، ممتحن پچاس ڈالر مانگتا تھا۔" استادوں کی تنخواہیں اتنی کم ہیں کہ ہمارے ہاں جتنے میں ایک کتاب ملتی ہے یہاں اتنے میں صاحب کتاب مل جاتا ہے۔ امتحان کی ڈیٹ شیٹ طلبہ اپنی مرضی سے طے کرتے ہیں جیسے ڈیٹ طے

ڈاکٹر محمد یونس بٹ — خندہ پیش آنیاں — © Urdu4U.com

کر رہے ہوں۔ پانچ نمبروں کا امتحان ہوتا ہے۔ تین سے کم ہوں تو فیل۔ پوچھا "کمار آپ چار سال سے یہاں میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہاں آ کر کیا نئی چیز سیکھی؟" کہا "یہاں کی زبان سیکھی۔" پوچھا "یہاں کا معیار تعلیم کتنا بلند ہے؟" کھڑے ہو کر بولے "میرے قد سے کوئی دو انچ زیادہ بلند ہے۔" طالب علم چیزیں بیچ کر گزارا کرتے ہیں۔ تاشقند میں روسی سکول میں ازبک استاد نہیں ہیں اور ازبک سکولوں میں روسی استاد نہیں ہیں۔ وہاں مولا بخش Educatianal Aid کے طور پر استعمال نہیں ہوتا۔ کمار نے بتایا کہ کلاس میٹ سے مراد ہے۔

With whom you mate in class

انڈین طلباء کلاس میں نہیں سوتے جس کی وجہ کمار نے یہ بتائی کہ ساتھ لڑکی بیٹھی ہوتی ہے اور لڑکی کے ساتھ سونا بری بات ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں لسی نہیں ملتی۔ بہرحال گائنی کی کلاس میں جاگتے رہنے کے لئے میں یہ کرتا ہوں کہ کلاس میں جانے سے پہلے اپنے کنٹیکٹ لینس برف والے پانی میں دھو لیتا ہوں۔ گرلز ہوسٹل میں جا جا کر لباس کا خیال رکھنے لگا ہوں۔ لباس پہنتا امریکیوں کی طرح ہوں مگر اتارتا روسیوں کی طرح ہوں۔

○ غیر مطلقہ باتیں

ہم نے کمار سے کہا "روسی اور ازبک مزاح پڑھ کر پتہ چلا ہے کہ دنیا میں کوئی چیز نئی نہیں ہے۔" کمار بولا "مجھے یہ پڑھنے سے پہلے ہی پتہ چل گیا تھا کہ دنیا میں کوئی چیز نئی نہیں ہے۔" پوچھا "کیسے؟" بولا "میں نے ایک روسی لڑکی سے شادی کی ہے۔" کہنے لگا "یہاں شادیاں جلد ہو جاتی ہیں جس کا بڑا فائدہ ہوتا ہے۔" پوچھا "کیا فائدہ ہوتا ہے؟" بولا "طلاق ہونے تک لڑکیاں سمجھدار ہو جاتی ہیں اور ان میں خود اعتمادی آ جاتی ہے تا کہ ہر قسم کے حالات کے مقابلے کے لئے "سینہ سپر" ہو سکیں۔" عرض کیا

"صندل کی لکڑی سر سے رگڑنے سے سر درد ختم تو ہو جاتا ہے لیکن اسے رگڑنا بھی تو ایک سر درد ہے۔" کمار نے بتایا۔ "یونیورسٹی میں پتہ نہیں چلتا کونسی لڑکی زیادہ خوبصورت ہے۔ البتہ ہوٹلوں میں فوراً پتہ چل جاتا ہے" پوچھا "کیسے؟" کہا "بہت آسان ہے جس کی ٹپ ٹاپ پر ہوتی ہے وہی ٹپ ٹاپ ہوتی ہے۔" ہم نے پوچھا آپ کو کونسی تین چیزیں پسند ہیں۔

بولا "پہلی سونا۔"

"دوسری؟"

"مونا"

"تیسری؟"

"مونا کے ساتھ سونا۔"

H to O　O

کمار کے ساتھ اس کا ایک دوست شام کو ملنے آیا۔ ہم نے نام پوچھا۔ بولا "شام" عرض کیا "ہم وقت نہیں نام پوچھ رہے ہیں؟" پتہ چلا شام کا بمبئی میں اتنا بڑا گھر ہے کہ کئی کئی دن تک ان کی والدہ ان کے والد کو ڈھونڈ نہیں پاتیں۔ وہ کیمسٹری میں ماسٹر ڈگری حاصل کرنے یہاں آیا تھا۔ کیمسٹری سے ہمارا اتنا سا تعارف ہے کہ ٹیچر نے ہم سے ایک بار پانی کا فارمولا پوچھا تو ہم نے بتایا "H-I-J-K-L-M-N-O" ٹیچر نے کہا "یہ غلط ہے" عرض کیا "آپ نے خود ہی تو بتایا ہے پانی کا فارمولا H to O ہے۔" ان دنوں ہم نے بہت زیادہ قریب ہونے کا کیمسٹری کے حساب سے یہ فارمولا بنایا تھا UR 2 CLOSE۔ شام نے بتایا اس نے ایک جگہ نوکری کی مگر پھر چھوڑ دی۔ اس نوکری میں ترقی کے مواقع نہ ہونے کے برابر تھے۔ کمار نے کہا "یہ ٹھیک کہتا ہے اس کے باس کی بیٹی پہلے سے ہی شادی شدہ تھی۔" یہ دونوں ہمیں زر افشاں بازار لے جانے کے لئے آئے تھے۔

• زن افشاں

زر افشاں بازار ہمیں زن افشاں بازار لگا۔ اتنی لڑکیاں اتنے کم کپڑوں میں گزارا کیسے کر لیتی ہیں۔ یہاں آئے بغیر یقین نہیں آتا! اسے زر افشاں شاید اس لئے کہتے ہیں کہ جس کے پاس زر ہے اس کے لئے یہ بازار افشا ہو جاتا ہے۔ اس بازار کے بارے میں باب ہوپ نے ایک بار کہا تھا کہ میرے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جو روسیوں نے زار کے ساتھ کیا تھا اور آپ کو پتہ ہی ہے انھوں نے زار کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ اس بازار کو دیکھنے کے لئے چار آنکھیں چاہئیں۔ دو آگے اور دو پیچھے۔ کبھی کبھی وہاں چار ہوتی بھی ہیں۔ شام نے کہا "دو آنکھیں لڑکی کو آتے دیکھنے کے لئے اور دو جاتا دیکھنے کے لئے چاہئیں۔" وہ لڑکی اتنی دور تک آتی نہ دیکھتے جتنی دور تک جاتی دیکھتے۔ ایک پاس سے گزرتی لڑکی کے بارے میں کمار نے کہا "یہ یہاں کی ابھرتی ہوئی اداکارہ ہے وہ ہمیں ہر طرف سے ابھرتی ہوئی لگ رہی تھی۔" فرانسیسی عورتوں کے پیچھے پھرتے ہیں۔ ازبک عورتوں کے آگے پھرتے ہیں پاکستانی عورتوں کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ فرانسیسی مزاح نگار لکھتا ہے میری بیوی نے ایک پولیس والے سے کہا "آپ دیکھ نہیں رہے وہ مرد میرا پیچھا کر رہا ہے۔" تو پولیس والا بولا "میں ڈیوٹی پر ہوں وہ کچھ نہیں کر سکتا جو وہ کر رہا ہے۔" وہاں کی عورتیں بڑی بات کو چھوٹی کر کے بتاتی ہیں۔ ہماری عورتیں چھوٹی بات کو بڑی کر کے بتاتی ہیں۔ ازبک ایک نظر میں لڑکی کو آخر تک دیکھ لیتے ہیں جبکہ فرانسیسی ایک نظر میں اسے شروع تک دیکھ لیتے ہیں۔ اور جبکہ پاکستانی پہلے ایک اچٹتی نظر ڈالتے ہیں پھر تھوڑی دیر بعد محسوس ہوتا ہے وہ اسی طرف جا رہے ہیں جس طرف لڑکی جا رہی ہے۔

POORTRIAT　O

زر افشاں بازار میں کرسیوں پر پینٹر یوں بیٹھے ہوتے ہیں جیسے کرسیوں پر پینٹ کئے ہوئے ہیں۔ جیسے ٹیکسی ڈرائیور ہر جگہ ایک جیسے ہوتے ہیں ایسے ہی ہر جگہ پینٹر دیکھنے میں ایک سے ہوتے ہیں۔ پینٹر بننے کے لئے کیا چاہیے؟ کہا "چند ماہ دھوبی' نائی اور نہائی سے پرہیز۔" ایک پینٹر کے ساتھ اس کا چھوٹا بچہ بھی تھا جسے دیکھ کر لگا کہ وہ محنت سے صرف پینٹنگز ہی بناتے ہیں باقی کام نیم دلی سے کرتے ہیں۔ ان کی پینٹنگز دیکھ کر وہی محسوس ہوا جو ایک فرانسیسی صدر نے تجریدی مصوری کی پیرس میں ہونے والی نمائش پر کہا۔ کسی نے پوچھا۔ "آپ کو ان تصویروں کی سمجھ آئی؟" تو اس نے کہا "یہ سمجھنے میں میری ساری عمر لگ گئی کہ ہر چیز سمجھنا ضروری نہیں ہوتا۔" یہ گزرنے والوں کے پورٹریٹ بنا کر انہیں خوش کرتے۔ وہاں کپڑے اتنے مہنگے ہیں کہ جس لڑکی کی تصویر کو کپڑے پہنا دو وہ یوں خوش ہوتی ہے جیسے ہمارے ہاں زیورات پہنانے پر۔ کار نیلس وان ڈونگن فرانس کے کامیاب ترین مصور نے کہا تھا "میں نے اپنا فارمولا یہ بنایا ہے کہ میں عورتوں کی پینٹنگز ایسی بناتا ہوں جس میں عورتیں اس سے پتلی ہوں جتنی وہ ہوتی ہیں اور ان کے جواہرات اس سے موٹے جتنے کہ وہ ہوتے ہیں۔" ایک مصور سے ہم نے بھی اپنا Portrait بنوایا تو وہ ہمیں Poor trait لگا۔ ہم نے کہا آپ نے جو تصویر بنائی وہ عورتوں سے ملتی ہے۔ میں تو عورتوں سے ملتا ہوں مگر میری تصویر یا شکل ان سے ہرگز نہیں ملتی۔ کمار کے بقول اس نے کہا "میں انسان کے اندر کی تصویر بناتا ہوں۔" یہ سن کر ہمیں ایک بزرگ سنگ تراش یاد آ گئے جو جب بھی مجسمہ بناتے عورت کا ہوتا۔ کسی نے آخر کہہ ہی دیا کہ آپ عورتوں کے مجسمے ہی کیوں بناتے ہیں؟ بولے "ہر پتھر میں ایک عورت قید ہے۔ میں تو صرف اسے پتھروں سے باہر نکالتا ہوں۔ دل چاہتا ہے ہر پتھر سے اس خفیفہ کو ظاہر کر دوں۔" آخری عمر میں وہ پہاڑوں کی طرف چلے گئے جیسے ہزاروں عورتیں پتھروں سے نکلنے کے لئے انہیں مدد کے لئے پکار رہی ہوں۔ سو ہم نے بقایا عورتوں کو اپنے اندر ہی رہنے دیا۔ ورنہ وہ چند ڈالر میں ہمارے اندر کی ساری عورتیں کینوس پر نکالنے کو تیار تھا ہمیں پہلی بار پتہ

چلا ہمارے اندر اتنی بدصورت عورت چھپی ہوئی ہے۔ بہرحال اس کی شکل دیکھ کر اس کے چھپنے کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔

○ راہ زن

زر افشاں بازار میں جو بھی زن راہ میں ملی راہزن ملی۔ قریبی ریستوران میں لڑکیاں رقص کر رہی تھیں۔ کمار نے کہا "رقص کرنے والی لڑکیوں نے کچھ نہیں پہنا ہوتا۔" لیکن ان دونوں لڑکیوں نے پہنا ہوا تھا۔ ایک نے عینک اور دوسری نے فل بوٹ۔ جان کینیتھر امریکی صحافی لکھتا ہے "ماسکو وہ شہر ہے اگر مارلن منرو بھی وہاں کی گلی سے یوں گزرے کہ اس نے کچھ نہ پہنا ہو سوائے جوتوں کے' تو لوگ سب سے پہلے اس کے پاؤں کی طرف دیکھیں گے۔" رقص کے بعد کمار نے بڑی تعریف کی اور کہا ایسے جوتے اور عینکیں اب کہاں ملتی ہیں! اس حصے میں جو آرٹسٹ زنانہ پینٹنگز بنا رہے تھے ان کی پینٹنگز نے صرف رنگ ہی پہنے ہوئے تھے۔ اصل آرٹسٹ وہ ہوتا ہے جسے یہ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس کی پینٹنگ بنا رہا تھا اور کس کی بن گئی۔ کئی پینٹنگز تو لڑکوں کی باہوں میں بانہیں ڈالے گھوم رہی تھیں۔ ان میں سے ایک معروف پینٹر بھی تھا جس کی کئی بار نمائش ہو چکی تھی۔ کہتے ہیں اس آرٹسٹ نے ایک بار آرٹ گیلری کے انچارج سے پوچھا "کسی نے پینٹنگز خریدنے میں دلچسپی لی؟" انچارج نے کہا "میرے پاس آپ کے لئے ایک اچھی خبر ہے اور ایک بری۔" اچھی خبر یہ ہے کہ جب میں نے اپنے کلائنٹس سے یہ کہا کہ اس آرٹسٹ کے کام کی مرنے کے بعد بڑی قدر ہو گی جو پینٹنگ ہزار سومز میں مل رہی ہے۔ لاکھوں میں ملے گی تو ایک شخص نے سب پینٹنگز خرید لیں اور بری خبر یہ ہے کہ میرا یہ کلائنٹ آپ کا معالج ہے۔"

○ جملہ تیموریہ

زر افشاں بازار کے سامنے ایک پارک ہے جس کے سامنے ازبکستان ہوٹل ہے۔ پہلے یہاں لینن کا مجسمہ نصب تھا۔ اب وہاں ازبکیوں نے اپنا نسب نصب کر رکھا ہے۔ یعنی تیمور کا مجسمہ۔ کہتے ہیں ایک بار ایک اندھی عورت جس کا نام محبت خانم تھا تیمور کے پاس لائی گئی۔ تیمور نے کہا "سنا ہے محبت اندھی ہے۔" تو وہ بولی "اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کے پاس کیوں آتی؟" ہمارے جوش صاحب کا بھی ہر جملہ' جملہ تیموریہ ہوتا ہے یعنی لنگڑا اور حملہ آور۔ لیکن وہ ہمارے ساتھ نہیں تھے وہ ساتھ ہوتے تو ہم انہیں بہت مس کرتے۔ امیر تیمور نے وہاں 35 سال حکومت کی۔ وہ دنیا میں جیسا دیکھتا ویسا ہی سمر قند میں آ کر بنواتا۔ ایک ملک میں اس نے خوبصورت بادل دیکھا تو کہا "سمر قند میں ایسا بادل ہونا چاہیے۔" اسے پھولوں سے عشق تھا۔ جس سے اسے عشق ہوتا وہ بھی پھول جاتے۔ سندھی کہاوت ہے ایک ٹانگ والوں کے دیس میں جاؤ تو اپنی ایک ٹانگ کاندھے پر رکھ لو۔ کانوں والوں کے دیس میں جاؤ تو ایک آنکھ بند کر لو اور اگر آنکھوں والوں کے دیس میں جاؤ تو دونوں آنکھیں بند کر لو۔ البتہ اندھوں کے دیس میں جاؤ تو دونوں آنکھیں کھلی رکھو۔ ہمیں ازبکستان کی معیشت تیمور کی طرح چلتی نظر آئی۔ کمار نے کہا "یہ امیر تیمور کا مجسمہ ہے۔ آج کل جو اس آزاد ملک میں دیکھ رہے ہو' اس کی بدولت ہے۔" تو پاس کھڑے شام نے کہا "سارا الزام ایک شخص کے سر ڈال دینا زیادتی کی بات ہے۔"

○ اطلس و کم خواب

ہم نے کمار سے وہاں کی عورتوں کے لباس کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگا "پہنتی ہیں" اطلس کے کپڑے' ازبکوں کو بہت پسند ہیں۔ کم خواب شاید اس لئے پسند نہیں کہ اسے

پہن کر کم۔ خواب آتے ہیں۔ سفر میں اچھا ساتھی آپ کے لئے آرام دہ سواری کی طرح ہوتا ہے اور برا ساتھی سوار کی طرح۔ ہم اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ بازار گئے۔ ہماری دکانوں پر لکھا ہوتا ہے آپ کی جو ضرورت ہے وہ ہمارے پاس موجود ہے مگر ان کی دکانوں پر یہ پڑھا جا سکتا ہے کہ ہمارے پاس جو ہے وہ آپ کی ضرورت ہے۔ ایک زمانہ تھا وہاں پر کوئی لاکھ پتی ہونے کی خواہش کرتا تھا۔ اب تو وہاں ہر کوئی لاکھ پتی ہے۔ مہنگائی کا یہ حال ہے کہ لاکھ پتی بیوی کے لئے ایک اچھا سوٹ خریدنے جائے تو واپسی پر وہ صرف پتی ہی ہوتا ہے۔ اطلس کپڑے کے بارے میں وہاں ایک روایت ہے کہ ایک جولاہے کی بیٹی کو امیر اطلس نے اغوا کر لیا اور اس شرط پر اسے لوٹانے کے لئے تیار ہوا کہ اس کی بجائے اسے پہننے کو کچھ اور دے دے مگر کپڑا ایسا نایاب ہو کہ کسی نے دیکھا ہو نہ سنا۔ جولاہا جو بھی کپڑا بن کر لاتا امیر اسے ناپسند کر دیتا۔ ایک دن جولاہا تھک ہار کر تالاب کے کنارے بیٹھا تھا۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ اس نے سورج کی شعاعوں کو پانی میں معکس ہوتے دیکھا۔ ان منعکس شدہ شعاعوں میں سورج کی روشنی کے ساتوں رنگ علیحدہ علیحدہ دکھ رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر وہ اس جیسا کپڑا بننے میں جت گیا اور ریشم سے ایسا کپڑا تیار کر کے امیر کے پاس لے گیا جو امیر اطلس کو اتنا پسند آیا کہ اس نے جولاہے کی بیٹی واپس کر دی اور حکم دیا کہ آیندہ یہ کپڑا صرف امیر اطلس ہی پہن سکیں گے۔ یوں آج وہاں کی ہر خاتون امیر اطلس ہی لگتی ہے۔ اب اس سے جولاہے اپنے بیٹے واپس لینے آتے ہیں۔ یہ روایت ضعیف نہیں کیونکہ اسے سنانے والا جوان تھا۔

○ سکرٹ سروس

ہم وہاں کی سکرٹ سروس اور سیکرٹ کے ہمیشہ مداح رہے ہیں۔ ہمارے ہاں تو چادر سے باہر پاؤں پھیلانا غریبی کی بجائے عریانی کے زمرے میں آتا ہے لیکن ہم نے وہاں کے

امیر گھرانے کی تین لڑکیوں کو دو سوٹوں میں ملبوس دیکھا۔ ان کی سیکرٹ سروس کے کیا کہنے۔ روس کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک ہال کے سامنے تمام شہری لائن میں کھڑے تھے۔ ہر ایک کو ایک بند لفافہ دیا گیا اور کہا گیا کہ اسے بیلٹ بکس میں ڈال دو۔ ایک بندے نے لفافہ لیا اور اسے کھولنے لگا تو اسے فوراً افسران نے گھیر لیا اور کہا "کامریڈ یہ کیا کر رہے ہو تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ یہ خفیہ رائے شماری ہے۔" لیکن روسیوں کا لباس ایسا ہے کہ کچھ خفیہ نہ رہے! شب خوابی کا لباس تو ہمارے لئے کم خوابی کا لباس بن جاتا ہے۔ پولیس کی ٹوپیاں اور وردیاں ایسی لگتی ہیں جیسے ہمارے ہاں باجے بجانے والوں کی ہوتی ہیں۔ آج کل ان کا کام بھی یہی رہ گیا ہے۔ لیڈیز پولیس ایسی ہے کہ انہیں دیکھ کر بندے کا جرم کرنے کو دل چاہنے لگتا ہے۔ ہمیں پتہ چلا کہ ازبکستان کے پاس کوئی ایٹم بم نہیں۔ اسی شام ہمیں یونیورسٹی گرلز ہوسٹل میں جانے کا موقع ملا جس کے بعد ہم نے کہا۔ "کون کہتا ہے ان کے پاس ایٹم بم نہیں ہیں۔"

○○○

• شر۔ آب

وہاں جو شراب کی تعریف نہ کرے اسے سمجھتے ہیں یہ نشے میں ہے۔ پوچھا "اچھی شراب کون سی ہوتی ہے۔" کہا "جو ابھی بوتل میں ہو۔" شراب کا جتنا ذائقہ اچھا نہ ہو اتنی ہی وہ اچھی ہوتی ہے سنا ہے شر۔ آبی جانور گلپھڑوں سے سانس لیتے ہیں۔ ہمارے ایک اعلیٰ وزیر جن کا نام جام تھا اور یہ جام ہمیشہ فل ہی رہتا وہ کہتے ہیں شراب ختم کرنا چاہتا ہوں واقعی وہ جہاں اسے دیکھتے اسے ختم کرنے کی کوشش کرتے۔ جاپانی کہاوت ہے پہلی مرتبہ بندہ شراب پیتا ہے' پھر شراب' شراب کو پیتی ہے پھر شراب بندے کو پیتی ہے۔ سب سے بڑی برائی وہ ہوتی ہے جس میں بندہ خود شامل نہ ہو۔ ویسے بھی ہم دوسرے کے حرم اور حرام پر ہی نظر رکھتے ہیں۔ لیکن ازبکستان میں لوگ پانی شراب کی طرح پیتے ہیں۔ موسم سرما وہاں اس لئے آتا ہے کہ شراب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے فریج میں نہ رکھنا پڑے۔ وہاں سردیوں میں پانی صحن میں پھینکو تو پانی جم جاتا ہے۔ کمیونسٹ دور میں تو اتنی سردی ہوتی کہ بولنے والے کہ منہ سے جملے نکلتے ہی فضا میں جم جاتے۔ برژنیف تو اتنا بوڑھا تھا کہ تھکاوٹ کی وجہ سے منہ بند نہ کر سکتا تھا سنٹرل کمیٹی کی مدد سے کیا جاتا۔ وہ جس دن الٹی سیدھی باتیں کرتا رفقاء کو پتہ چل جاتا آج اس نے پی نہیں۔ روسیوں کے پینے کی عادت کی وجہ سے بین الاقوامی طور پر ان کی بڑی بے عزتی ہوئی ہے مگر وہ یہ بے عزتی پی جاتے ہیں۔ بورس یلسن شراب کے نشے میں روس کی حکومت چلا رہا ہے۔ یہ واحد حکومت ہے جسے ہوش میں رہ کر چلایا بھی نہیں جا سکتا۔ بورس پی کر بڑی اچھی باتیں کرتا ہے۔ وہ پی کر کہہ رہا تھا "پینے کا کوئی فائدہ نہیں۔" اسے تو بوتل اتنی پسند ہے کہ نظر اور کمزور ہوئی تو بوتل کے پیندے سے عینک بنوا لے گا۔ پوچھا۔ "جب گورباچوف نے واڈکا بند کر دی تو کیا ہوا؟" کہا۔ "اس سال سردیوں میں اون بہت مہنگی بکی۔" ہمارے ایک ادیب کو ایک بار وہاں

الکحل فری پارٹی میں جانا پڑا تو اس نے یہ کہہ کر جانے سے انکار کر دیا کہ میں ایسی پارٹی میں نہیں جاتا جہاں فری الکحل ملے۔ شراب وہاں اس قدر عام ہے کہ ایک شرابی نشے کی حالت میں جا رہا تھا سامنے پولیس والا آ گیا۔ شرابی نے منت کرتے ہوئے کہا "کامریڈ مجھے کار گزارنے کی اجازت دیں۔" پولیس والے نے کہا "جائیں مگر آپ تین بندے ایک کار کیسے ڈرائیو کر رہے ہیں۔"

○ بار' Bar

تاشقند ہوٹل کی سب سے اوپر والی منزل پر بار تھا۔ لوگ اوپر جانے کے لئے پیتے اور پینے کے لئے اوپر جاتے۔ سردار جی بار اس جگہ کو کہتے جہاں بار بار جانے کو دل چاہے۔ ہم تو گھر بار لکھتے ہیں کچھ تو بار کو بھی گھر لکھتے ہیں۔ وہاں واڈکا پینی کم کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہفتے میں دو کی بجائے ایک چھٹی کر دی جائے کیونکہ چھٹی کے دن کا دوسرا کام شراب پینا ہی ہوتا ہے۔ پہلا کام اسے ڈھونڈنا ہوتا ہے۔ ہمیں پتہ چلا ہے بیورلی ہلز میں ایک جاپانی فرم نے واٹر بار کھولا ہے۔ اس جاپانی فرم بلکہ لاپانی فرم کے پاس پانی کی 80 مختلف اقسام جن میں فرانس' روس اور جاپان کا پانی بھی شامل ہے۔ پاکستانی اس لئے نہیں رکھا گیا کہ اسے جو پی لے وہ بعد میں بل ادا نہیں کرتا۔

○ ہیروئن مدر اور ہیروئن فادر

ہمارے ہاں ہیروئن تب تک رہتی ہے جب تک بچے پیدا نہیں کرتی۔ ازبکستان میں زیادہ بچے پیدا کرنے والی مدر کو ہیروئن قرار دیتے ہیں۔ ان کی قومی ہیروئن مسز فیوڈور ویسلٹ نے 1972ء میں انتقال فرمایا۔ اس نے 68 بچوں کو جنم دیا اور زندہ رہتیں تو قوم کی ایسے ہی خدمت کرتی رہتی۔ ہمارے ہاں زیادہ بچے پیدا کرنے والی مدر کو کچھ نہیں کہتے۔

ہمارے ہاں تو بچے اس قدر تیزی سے پیدا ہو رہے ہیں کہ بقول ایک کامیڈین عجلت کی وجہ سے ننگے پاؤں ہی دنیا میں آ جاتے ہیں۔ ممتاز موسیقار نوشاد' علی سفیان آفاقی صاحب سے کہا کرتے کہ آپ کی ایک بیوی اور دو بچے ہیں آپ تو کنوارے ہوئے۔ شادی شدہ تو ہم ہیں کہ اتنے بچے ہیں گھر جاؤ تو یہی لگتا ہے سکول آ گئے ہیں۔ ان کے ہاں محلے کے بچے بھی آ جاتے۔ ایک دن غصے میں آ کر انہوں نے محلے کے بچوں کو نکالا تو ایک بچے نے جانے سے انکار کر دیا۔ ناشاد صاحب نے غصے میں آ کر کہا۔ "اگر تم پھر یہاں آئے تو تمہارے باپ سے شکایت کر دوں گا۔" تو بچہ بولا "پر ابا میں جاؤں کہاں؟"

○ مرینا

میڈم کی جگہ اگلے دن نئی فلور انچارج مرینا تھی جس نے چارج لیتے ہی مہمانوں کو چارج کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بالوں میں چاندی' دانتوں میں سونا اور جسم لوہا تھا۔ اس عمر میں تھی جب آپ کے پاس ہر سوال کا جواب ہوتا ہے مگر کوئی سوال پوچھتا نہیں۔ وہ مڈل ایج سے زیادہ مینٹل ایج لگتی۔ انگریزی ایسی بولتی کہ کسی انگریز کو پتہ نہ چلنے دیتی کہ وہ انگریزی بول رہی ہے۔ تعلیم اور طلاق یافتہ تھی۔ اس نے بتایا شادی کے لئے دل نہ مانتا' شادی کے بعد بھی دل نہ مانتا پوچھا "شادی کے بعد کیا تبدیلی آئی تھی؟" بولی "بس یہ کہ شادی سے پہلے ہم کار میں اتنے فاصلے پر نہ بیٹھتے تھے۔" وہ روسی تھی بچوں کو پالنے کے لئے ہوٹل میں مہمان پالتی۔ امریکہ وہ ملک ہے جہاں گرہستی عورتیں گھر میں صفائی کے لئے عورت ملازم رکھتی ہیں تاکہ وہ ڈے نرسری میں جا کر کام کر سکیں جہاں صفائی کرنے والی عورتوں کے بچے ہوتے ہیں۔ ہم نے مرینا سے پوچھا۔
"آپ کو پتہ ہے برتھ کنٹرول کے لئے کیا کرتے ہیں؟"
بولی "نو۔"

کے بال نہیں ہیں ورنہ وہ جونہی سفید ہوتے‘ ہمیں فوراً پتہ چل جاتا کہ سورج بوڑھا ہو گیا ہے۔ ویسے تو جب سے ہمارے اپنے بال سفید ہونے لگے ہیں‘ تب سے ہمیں یہ طریقہ بھی قابل اعتبار نہیں لگتا۔ یوں بھی بال اگر عمر کے حساب سے سفید ہوتے تو مونچھوں کے بال سر سے پندرہ بیس سال بعد سفید ہونے چاہئیں۔ عمر وہ راز ہے جو مرد کی ٹوپی اور عورت کی چوٹی تلے ہوتا ہے۔ عورت اپنی عمر بتانا تب بند کر دیتی ہے جب عمر خود ہی یہ بات بتانے لگے۔ کہتے ہیں سچی عورت وہ ہوتی ہے جو اپنی عمر‘ وزن اور خاوند کی تنخواہ کے علاوہ اور جھوٹ نہ بولے۔ اگر سورج "پینوں" کی بجائے "شینو" میں ہوتا تو ہم مانتے کہ واقعی اس کا بوڑھا ہونا دریافت کرکے امریکی سائنس دانوں نے کوئی معرکہ سر کیا ہے۔ ویسے ہم حیران ہیں کہ آخر سائنس دانوں نے سورج کو ہی یہ سب کیوں کہا؟ چاند کو بوڑھا کیوں قرار نہیں دیا؟ شاید شاعروں سے ڈر گئے ہوں کہ کہیں وہ شعر کوبی کو نہ آ جائیں۔ ویسے اگر وہ چاند کو بوڑھا کہہ دیتے تو ہماری پوری شاعری خطرے میں پڑ جاتی کہ جہاں جہاں محبوب کو چاند کہا گیا‘ وہاں اس سے مراد محبوب کا بڈھا کھوسٹ ہونا لیا جاتا۔ یوں وہ چندا ماموں کی بجائے چندا سسر کہلاتا۔ ویسے تو اب بھی پتہ نہیں شاعر محبوبہ میں کیا دیکھتے ہیں جو اسے چاند کہتے ہیں کیونکہ چاند تو مذکر ہے۔ پھر محبوب کو چاند کہنا ویسے بھی اس کے کردار پر شک کرنا ہے کہ چاند تو رات کو لوگوں کے صحنوں میں اترتا ہے۔ سائنس دان سورج پر اور آرٹسٹ چاند پر نظر رکھتے ہیں۔ اگرچہ اپنی غلطیوں اور سورج پر نظر رکھنے سے نظر نہیں رہتی اور چاند پر نظر رکھنے سے دل نہیں رہتا۔ ہنری مور مجسمہ ساز نے کہا ہے کہ آرٹ کا تعلق فرد سے ہوتا ہے۔ اگر شیکسپیئر ہیملٹ نہ کرتا تو کوئی بعد میں آنے والا کر دیتا۔ گویا اگر امریکی سائنس دان سورج کو بوڑھا قرار نہ دیتے تو کوئی اور بے قرار دے دیتا۔ البتہ یہ پتہ نہیں چلا کہ امریکیوں نے زیادہ محنت سورج کو بوڑھا دریافت کرنے پر کی ہے یا بوڑھا کرنے پر کی ہے۔

ہمارے "پر شور" شاعر نحیف کمزور آبادی جن کے ہاں کا "شعر قورمہ" بڑا چلتا ہے‘ ان

ڈاکٹر یونس بٹ — کلاہ بازیاں — © Urdu4U.com

کے بقول اگر سورج دن کی بجائے رات کو نکلتا تو زیادہ مفید ہوتا‘ بجلی کی بچت ہوتی۔ پھر دوسرے شعراء کی شاعرانہ عظمت پر روشنی ڈالنے کے لئے بلب کی ضرورت نہ پڑتی۔ رات کو دھوپ میں بیٹھ کر "شعر گوشیاں" کرنے کا مزا آ جاتا۔ ان کے خیال میں سورج اگر بوڑھا ہوا بھی ہے تو اس کا باعث اہل یورپ میں جو پانی کی بجائے سورج سے باتھ کرتے ہیں۔ یہ نحیف صاحب کی "غل بقول" ہے کہ اگر سورج نہ رہا تو اہل مغرب بالکل نہیں نہائیں گے۔ پہلے بھی وہ صرف فلموں میں ہی نہاتے ہیں۔ بہرحال نحیف کمزور آدمی صاحب اس پر خوش ہیں کہ سن نہ ہو گا تو امریکیوں کی Sunday کی چھٹی ماری جائے گی۔

مہاتما بدھ نے کہا تھا‘ دنیا دکھوں کا گھر ہے لیکن یہ اسے تب لگی جب وہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ بہرحال ہمیں سورج میں کوئی بوڑھوں والی بات نظر نہیں آئی۔ بچپن میں سورج گرہن لگتا تو ماں کہتی "بیٹا اسے زیادہ پاس سے نہ دیکھنا۔" سورج شروع سے ہی ناقابل اعتبار رہا ہے۔ سردیوں میں جب اس کی ضرورت ہوتی ہے‘ یہ غائب رہنے لگتا ہے۔ گرمیوں میں جب بندہ اس سے جان چھڑانا چاہتا ہے‘ یہ سر پر آن کھڑا ہوتا ہے۔ پھر رات بھر غائب رہتا ہے اور ہم روز علی الصبح اسے ہمسائیوں کے گھر سے نکلتا دیکھتے ہیں۔ یہ ساری نوجوانوں والی حرکتیں ہیں۔ دن دیہاڑے جو وہ کرتا ہے‘ اسے دیکھ کر بندہ پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے امریکیوں نے بوڑھا ہونے والی بات سورج کو جلانے کے لئے کہی ہو‘ ایسی باتیں سن کر وہ اور گرم ہو سکتا ہے۔

○○○

• ابو الخبائث

ہمیں اس سے کبھی دلچسپی نہیں رہی کہ قیمہ' قتلمہ اور قانون کیسے بنتے ہیں۔ جہاں تک آخر الذکر کا تعلق ہے' ایک مفکر کہتا ہے۔ "تمام قوانین غیر قانونی ہوتے ہیں کیونکہ جو اچھے ہیں' انہیں قانون کی ضرورت نہیں اور جو برے ہیں' وہ اس سے اچھے نہیں ہو سکتے۔"

خیر مفکر کا تو کام ہی فکر مند کرنا ہوتا ہے۔ بہرحال پہلے پولیس قانون کے "زیر استعمال" ہوتی' اب قانون پولیس کے "زیر استعمال" ہوتا ہے۔ پولیس جرائم کی روک تھام کرتی ہے جس میں روک کم اور تھام زیادہ ہوتی ہے۔ کسی نے پوچھا "زمانہ قدیم میں اتنے جرائم کیوں نہیں ہوتے تھے؟" جواب ملا' اس لئے کہ اس وقت محکمہ پولیس نہیں تھا۔"

لیکن ہمیں حیرانی ہوئی کہ پولیس کے ہوتے ہوئے پنجاب میں جرائم میں 50 فیصد کمی آ گئی ہے اور سرکاری ذرائع کے مطابق یہ کمی موٹر سائیکل پر دوہری سواری بٹھانے پر پابندی کی وجہ سے ہوئی ہے۔

ہمیں موٹر سائیکل کے ابوالخبائث ہونے کا علم نہ تھا البتہ ہم نے اسے اسی دن سے شک کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا تھا جب ہمارے ایک دوست کے بیٹے نے اپنے والد کو دھمکی دی تھی کہ یا تو میری شادی کر دیں یا مجھے موٹر سائیکل لے دیں۔ ہم نے دوست سے کہا "ہو سکتا ہے موٹر سائیکل لینے سے آپ کے بیٹے کا رویہ بہتر ہو جائے۔" کہا "نہیں البتہ اس سے رویہ دور دور تک پھیل ضرور جائے گا۔"

پاگل اور بیوقوف میں یہ فرق ہوتا ہے کہ اگر آپ موٹر سائیکل چلا رہے ہوں تو جو آپ سے ست چلا رہا ہے' وہ بے وقوف ہے اور جو آپ سے تیز چلا رہا ہوتا ہے' وہ پاگل ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے آپ پوچھیں جو سب سے تیز چلا رہا ہو وہ کیا ہوتا ہے؟ تو صاحب وہ کبھی ہوتا ہے اور اکثر نہیں ہوتا۔ موٹر سائیکل کے پیچھے بیٹھنے میں ہمیں یہی برائی